

یہ کیا؟

فون کی گھنٹی بجی۔ اور پھر کتنی ہی جلی گئی۔ یہاں تک کہ انسپکٹر جمشید کی آنکھ کھل گئی۔ انہوں نے سوساں کیا، آنکھ بہت گہری نیند سے کھلی ہے۔ ہاتھ بڑھا کر انہوں نے ریسیور اٹھایا اور لینے ہی لینے کان سے لگاتے ہوئے بولے:

”ہیلو، انسپکٹر جمشید بول رہا ہوں۔ فرما پیسے، آپ کون ہیں اور اتنی رات کے فون کی کیا ضرورت پیش آگئی؟“

”سم، میں۔ سچ، جلدی۔ آئیے۔“ دوسری طرف سے ایک بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

”جلدی آؤں، لیکن کہاں۔ آپ کون ہیں، کہاں سے بول رہے ہیں؟“

”سم، میں عرفان قازی ہوں۔ ۱۱۶۱ شاہی سٹریٹ سے بول رہا ہوں“ یہ نیا زور پر ہے۔ ”وہ پھر کہتے کہتے رک گیا۔

”بھئیے، یہ تو معلوم ہو گیا کہ آپ کون ہیں اور کہاں سے بول رہے ہیں۔ اب یہ بھی بتا دیجیے کہ مجھے کس خوشی میں جارا رہے ہیں؟“ انہوں نے فہم اساتذہ بنایا۔

”سم، میرے۔ میرے سامنے والے مکان سے کچھ خوف ناک قسم کی آوازیں آرہی ہیں۔ لہجے، ایک اور بھیا تک آواز سنائی دی ہے۔“ اس نے قہر قہر کاچی آواز میں کہا، ساتھ ہی ایسی آواز آئی جیسے کسی کا زخرو کٹ گیا ہو، لیکن آواز

دو باتیں

اشفاق احمد

اس بار سردار سائی کے ساتھ ساتھ آپ کو ہم جی کا لطف ملے گا۔ اگر آپ ایک کھٹ میں دوسرے نہیں لگے اور آپ جرمیں رہ جائیں گے کہ کس کو کس کر دے جی نہیں رہا، بلکہ شاید یہ بھی پھر نہیں کہیں گے کہ کس جی کو کس کی کس کی۔ سب یہ بات ہے کہ آپ کے اسیان پر کتنے پر کوئی اونٹ آپ سے ناراض ہو جائے۔ خیر کوئی بات نہیں، اونٹ کو سنا اور اسکی مشکل نہیں، بہت سیدھا جانور ہے۔ اٹھ جانور تو اس انسان ہی ہے۔ کل تو واصل اس کی کوئی سیدھی نہیں، اونٹ سبہ چارے کا قہقہہ میں نام و نام ہے۔ اسکی اسکی گریب و غریب ہاتھ حضرت انسان سے جھٹکتے سننے میں آتی ہیں کہ خدا کی پادشاهیں یہ کیا بات تو ہاتھ کی جھی، ناول کا ذکر تھا، میں کیا لے بیٹھا۔ وہ میں کچھ کیا حاصل میں بھی اونٹ نہیں، انسان ہوں اور میری بھی ہر کھ پانکھ نہیں ہے۔ اسی لیے تو مجھے میرے پانوں والے ناول آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں اور جی ان ہونا چاہتا ہوں اس بات پر کہا آپ کہ یہ پندہ کس طرح آجاتے ہیں، پھر یہ سوج کر ل تو کھلی، اسے لیتا ہوں کہ ان میں واصل پندہ آنے والی تو کوئی بات نہیں ہوتی، بس میرا دل دیکھنے کے لیے آپ لوگ پندہ کر لیتے ہیں۔ ان حالات میں آپ کا شریہ بھی تو تھا نہیں کرنا، انسان جی ہوا۔ خیر یہ باتیں جی سب کچھ کی ہیں۔ آپ ان کا نام اونٹ اور انسان بھی رکھ سکتے ہیں اور یہ کئی ناول کا نام بھی ہو سکتا ہے۔

اشفاق احمد

<http://ishtiaqahmed-novels.blogspot.com>

سکرانی۔

"اچھا تو پھر تم بھی جلدی سے تیار ہو جاؤ، وقت بہت کم ہے۔"

"تیار تو میں پہلے ہی ہو چکی ہوں۔" اس نے شوخ انداز میں کہا۔

"بہت خوب یہ سہی نا پڑا۔"

دونوں نے قدم دروازے کی طرف بڑھائے ہی تھے کہ محمد کی آواز کانوں

سے گرنی:

"ابا جان، یہ ٹھیک ہے کہ فرزانہ کے کان بہت بڑے ہیں اور مسلسل بچنے والی

فون کی گھنٹی نے اسے جگا دیا تھا، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں اور فاروق بہرے

ہیں اور میں فون کی گھنٹی نہیں جگا سکتی۔"

"اور تو تم بھی جاگ رہے ہو؟" اسپیڈر ہشید حیران ہو کر بولے۔

"نہ صرف جاگ چکے ہیں، بلکہ لباس بھی تبدیل کر چکے ہیں۔ یہاں تک

کہ جوتے بھی پہن چکے ہیں۔ یہ دیکھیے۔" فاروق نے یہ کہتے ہوئے اپنے جوتوں پر

سے چادر اٹھادی۔ اسپیڈر ہشید سکرانے بغیر نہ دیکھے اور بولے۔

"اس کا مطلب ہے۔ جاگنے کے معاملے میں تمہاری اکی پیچھے رہ گئیں۔"

"یہ لڑا ہے۔" پیچھے سے بیگم ہشید کی آواز سنائی دی۔ وہ چمک کر مڑے تو

بیگم ہشید دروازے میں کھڑی سکرانے لگی تھیں۔

"میں تو پہلی گھنٹی کی آواز سن کر ہی جاگ گئی تھی، لیکن جان بوجھ کر سوئی بن

گئی۔"

"لیکن کیوں؟" اسپیڈر ہشید حیران ہو کر بولے۔

"میں چاہتی تھی، فون کرنے والا جان جائے کہ سولے کا وقت ہے اور

اسے دوسروں کی نیند خراب کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا، لیکن اس نے فون کا مسلسل بھارت

بہت مدد مسمیٰ تاہم اسپیڈر ہشید کو اپنے روٹھے کمرے ہوئے غصے ہوئے۔ انہوں
نے جلدی سے کہا:

"آپ نے پولیس اسٹیشن کو فون کیوں نہیں کیا؟"

"کیا تھا، کسی نے ریسیور اٹھایا ہی نہیں۔ اچانک مجھے آپ کا خیال آیا۔

آپ کے نمبر بھی ڈائریکٹری میں جلدی مل گئے، میں میں نے آپ کے نمبر کھا

ڈالے۔" اس نے روحانی کے عالم میں کہا۔

"اچھی بات ہے، میں آ رہا ہوں۔ آپ اپنے کمرے کے دروازے پر مجھے

ملے گا۔ سامنے والے مکان کے کسی معاملے میں غل اٹھاری کر سنے کی ضرورت نہیں،

میں دیکھتے رہے۔" یہ کہہ کر انہوں نے ریسیور کھوپا۔ کھڑی پر نظر ڈالی تو پتہ چل گیا

رہے تھے۔ جلدی جلدی لباس تبدیل کیا اور پھر بیگم کو شائے سے نکال کر کھاتے ہوئے

بولے:

"ہیلو بیگم، میں ایک ضروری کام سے تیار دو ٹنگ جا رہا ہوں۔"

"جی۔ جی اچھا۔" انہوں نے کہا اور پھر آٹھ گھنٹیں بند کر لیں۔

گرمی کے دن تھے۔ آج بہت دنوں بعد ٹھنڈی ہوا کے جھوٹے نصیب

ہوئے تھے۔ شاید اسی لیے سب لوگ گرمی ٹینر کے حے سے لڑے تھے۔ محمد، فاروق

اور فرزانہ کے کمروں کے پاس سے گزرتے ہوئے انہوں نے اندر جھانکنا جنوں نیند

میں فرق نظر آئے۔ سکرانے ہوئے آگے بڑھے ہی تھے کہ فرزانہ کی آواز پاؤں کی

زنجیر بن گئی۔

"مجھے نہیں ملے جائے گا کیا؟"

"ارے فرزانہ تم جاگ رہی ہو۔" وہ ٹھٹھک کر رک گئے۔

"جی ہاں، مسلسل بچنے والی فون کی گھنٹی نے مجھے بھی جگا دیا تھا۔" وہ

کیا، یہاں تک کہ آپ جاگ گئے۔"

"اودھ نہیں بیگم، قوم کے ہر فرد کو حق ہے، جب بھی اسے قانون کے ہاتھوں کی ضرورت پیش آئے، وہ نہیں جگائے۔ اب ہم چلتے ہیں۔ تم دروازہ اندر سے بند کر لو اور آواز پھیلنے کی بجائے کسی کے لیے دروازہ نہ کھولا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ فون کسی کی چال ہو۔" انہوں نے کہا اور قدم اٹھا دیے۔

"اودھ۔" بیگم جیسے خوف زدہ انداز میں بولیں۔

"خوف کمانے کی ضرورت نہیں۔ میں نے صرف خیال کا ہر کیا ہے۔ ضروری نہیں کہ بات ہو گی بھی۔"

وہ جیب میں بیٹھے اور نیاز روڑ پر پہنچ گئے۔ اس وقت رات کے تین بج رہے تھے۔ جب وہ شاہی سڑک میں ۱۱۶ کے سامنے پہنچے، دروازے میں ایک لمبے قد کا آدمی کھڑا تھا۔ اس کے جسم پر صاف سٹراپاں تھیں۔

"آپ مرغان غازی ہیں؟" انہوں نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ اور آپ شاہی انسپکٹر جمشید ہیں۔"

"شاہی نہیں، جینا۔" قاروق بددعا۔

"کس، سامنے والا مکان ہے، جس میں سے آوازیں سنائی دی ہیں۔"

"فون کے بعد بھی آپ نے کچھ دلائل؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی نہیں، اس کے بعد سے اب تک تو بالکل خاموشی چھائی ہوئی ہے۔"

"۳ دالیں کس قسم کی تھیں؟"

"لڑنے اور جھگڑنے کی آوازیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دو آدمی ایک

دوسرے کو مار رہے ہوں اور آخری آواز تو بہت ہی عجیب تھی، جیسے کسی کا گلا جا رہا ہو۔"

سے پوچھا۔

"جی نہیں، میں تو پہلے ہی جاگ رہا تھا۔"

"اتنی رات گئے آپ کیوں جاگ رہے تھے؟" فرزانہ نے پوچھا۔

"جی، بات دراصل یہ ہے کہ میں اس مکان میں کرائے دار ہوں۔ ابھی

چوہا پہلے ہی کرائے پر لیا ہے۔ مکان میں ہر طرف جالے لگے ہوئے ہیں۔ کتنے ہی

روزے سے جالے صاف کرنے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ فرمت ہی نہیں ملتی تھی،

آخر آج رات جاگ کر جالے صاف کرنے کا پروگرام بنایا۔ اس وقت میں اپنے

کمرے کے جالے صاف کر رہا تھا کہ سامنے والے مکان میں لڑائی جھگڑے کی

آوازیں سنائی دینے لگیں۔"

"اور تو یہ بات ہے۔" انسپکٹر جمشید نے لہجہ سانس کھینچا۔

"جی ہاں، بالکل سچا بات ہے۔"

"کیا آپ کے کمرے میں کوئی کڑی اس مکان کے سامنے کھلتی ہے؟"

"جی ہاں، دوسری منزل پر میرے کمرے کی کڑی اس مکان کی دوسری

منزل والے کمرے کی کڑی کے بالکل سامنے ہے۔ اسی کڑی میں سے میں نے

ہولناک مٹھرائی آنکھوں سے دیکھا ہے۔"

"تو آپ نے قتل کا منظر خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے؟" فرزانہ

کا پٹھی۔

"جی ہاں، میں یہ بات بتانا نہیں چاہتا تھا، کیونکہ مجھے عدالتوں میں جاتے

ہوئے بہت ڈر لگتا ہے، لیکن اب آپ نے پوچھا تو بتاؤں گا۔"

"آئیے، پہلے آپ کے کمرے سے اس کمرے کا جائزہ لیں۔ اس

کے بعد اس کے دروازے پر دستک دیں گے۔ بھارتیوں کو ملتا ہے جیسے اس مکان میں کچھ بھی نہیں ہوا ہے، کیونکہ اگر لڑائی جھگڑا ہوا ہوتا تو گھر کے سب افراد جاگ رہے ہوتے۔

"جی نہیں، یہ ضروری نہیں۔" اس نے کہا۔

"کیا مطلب، کیا ضروری نہیں؟" فاروق نے حیران ہو کر پوچھا۔

"یہ کہ سب لوگ جاگ رہے ہوتے۔ اور والی منزل پر صرف ایک ہی کمرہ ہے، باقی لوگ ہنگامی منزل میں رہتے ہیں۔ بھارتی صاحب اور سوتے ہیں۔ اس لیے نیچے سونے والوں کو تھکا چکی نہیں چلا ہوگا۔"

"خیر دیکھتے ہیں آجے۔"

وہ اوپر پہنچے، اس مکان میں بھی اوپر صرف ایک کمرہ تھا۔ شاید پوری گلی کے مکان ایک طرز کے بنے ہوئے تھے۔ کمرے کی کھڑکی اور دروازہ کھلے ہوئے تھے۔ ایک دیوار سے کھڑکی کی چھوٹی سی سیڑھی لگی ہوئی تھی اور پاس ہی ایک بانس فرش پر چڑھا تھا۔ اس کے ایک سرے پر چالنے اتارنے والا برش لگا ہوا تھا۔ انہوں نے کھڑکی میں سے دوسرے مکان کے کمرے میں دیکھا فرش پر کوئی شخص حرازا سا بڑا تھا۔ زبرد کے بائپ کی روشنی میں وہ اس سے زیادہ کچھ نہ دیکھ سکے۔ اگرچہ گلی زیادہ چوڑی نہیں تھی اور دونوں مکانوں کا درمیانی فاصلہ چند روٹ کے قریب رہا ہوگا۔

"آؤ ابھی جلدی کرو، یہ تو واقعی قتل کا معاملہ جان پڑتا ہے۔" اسپیکر جمشید نے پریشانی کے عالم میں کہا اور زینے کی طرف مڑ گئے۔ اب وہ پھر گلی میں آئے۔ اسپیکر جمشید نے سامنے والے مکان کے دروازے پر دستک دی۔

گلی دستک کو جب پورا ایک منٹ گزر گیا تو انہوں نے پھر کھٹی بھائی اور دھاندا لے لے کر گلی میں داخل ہوئے۔ ایک کمرے میں روشنی ہوئی، پھر کوئی باہر نکلا۔

اور قد میں کی آواز سنائی دی۔ دروازہ کھلا اور آنکھوں میں گہری نیند لیے درمیانے قد کا ایک صحت مندا دی نظر آیا۔

"میں شا کر مید ہوں۔ فرما ہے، کیا بات ہے۔ اتنی رات گئے آپ لوگوں کی نیند کیوں حرام کرتے پھر رہے ہیں؟"

"آپ سے پہلے ہماری نیند حرام کی گئی ہے، اس لیے ہم نے سوچا، ہم بھی ایک دو آدمیوں کی نیند حرام کر دیں۔" فاروق نے منہ بتایا۔

"کیا مطلب؟" اس نے چونک کر کہا۔

اسی وقت اس کی نظر عرقاں قازی پر پڑی۔ وہ چونک کر بولی۔

"اے، قازی صاحب۔ آپ بھی ان لوگوں کے ساتھ ہیں۔ خیر تو ہے؟"

"کیا جہازہ اندر سے بند تھا؟" فرزانہ نے پوچھا۔

"رات کے وقت بھلا دروازہ اندر سے بند کیوں نہیں ہوگا۔" اس نے ہنسا کر کہا۔

پھر عرقاں قازی سے بولا۔

"آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔"

"بات دراصل یہ ہے کہ ان لوگوں کو میں نے قتل پایا ہے۔ میں نے آپ

کے گھر کی اوپر والی منزل میں گڑی کی آواز سنی تھی۔ میں آپ کا نیا پڑوسی ہوں۔ میرا

چچن بنانا تھا کہ آپ لوگوں کو پریشانی سے نجات دلانے کی کوشش کروں۔"

"اوپر والی منزل۔ وہ کمرہ تو ہمارے کرائے دار کا ہے۔" اس کے منہ سے

مادے حیرت کے نکلا۔

"آجے دیکھیں۔" اسپیکر جمشید بولے۔

سب لوگ جلدی جلدی سیڑھیاں چڑھتے گئے۔ آخر اوپر پری منزل کے

کمرے میں داخل ہوئے۔ زبرد کے بلب کی روشنی میں ہی انہوں نے صاف طور پر دیکھ لیا کہ ایک شخص کمرے کے فرش پر ادھ جھٹے پڑا تھا اور اس کے ارد گرد خون پھیلا دیا تھا۔ اس کے کپڑے بھی خون میں لت پت تھے، گویا وہ اپنے خون میں نہایا ہوا تھا۔ دہشت سے ان کی آنکھیں پٹ پٹیں۔ اسپیکر جمشید نے آگے بڑھ کر اس کے سر کے بالوں کو پکڑا اور سر اوپر اٹھایا۔ شاکر جمید کے منہ سے چیخ اٹھ گئی۔ اس کا گلا کن ہوا تھا۔ چاقو لاش کے پیچھے ہانکرا آیا۔

”عمود، پولیس کو فون کرو۔“ اسپیکر جمشید افسوس زدہ لہجے میں بولے۔
 ”جی ہمت۔“ اس نے کہا اور کمرے سے نکل کر زینے کی طرف چلا گیا، کیونکہ شاکر جمید کے اس خون نہیں تھا۔
 ”قاروق! فرزات! پورے گھر کا جائزہ لے لو۔ دروازوں اور کھڑکیوں کو دیکھ لو، کیا سب اندر سے بند ہیں۔“

”جی اچھا۔“ انہوں نے ایک ساتھ کہا اور وہ بھی چلے گئے۔
 ”تو یا آپ کے کرائے دار تھے؟“
 ”جی ہاں، میں اس مکان کا مالک ہوں۔ ایک دفتر میں ٹھہر رہا ہوں۔ گزرا شکل سے ہوتا ہے۔ اس لیے اوپر دھاک کر دے کرائے پر دے دیا تھا۔“ اس نے بتایا۔
 ”ان کا نام کیا تھا؟“

”اکبر بھورانی۔“ اس نے کہا۔
 ”اکبر بھورانی، عجیب سا نام ہے۔ خیر، یہ کب سے کرائے دار تھے یہاں؟“

”تقریباً ایک سال سے۔“
 ”یہ کب سے کیا تھے؟“

”معلوم نہیں، میں نے وہ ایک بار پوچھا تو یہی جواب دیا کہ میں ایک ادارے کا کیٹیشن ایجنٹ ہوں۔“
 ”ادارے کا نام نہیں بتایا؟“
 ”جی نہیں۔“

”اچھی بات ہے۔ اب ہمیں ان کے سامان کی تلاشی لینا ہوگی۔ اسی طرح ان کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکے گا۔ آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں؟“ انہوں نے کہا۔

”جی بھلا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔“

اسی وقت محمد ناصر داخل ہوا۔

”فون کر دیا ہے۔ پولیس چند منٹ تک پہنچ جائے گی۔“

”ٹھیک ہے، تم بھی قاروق اور فرزات کی مدد کرو۔“

”ہم آگے ہیں لاجپان، گھر کے تمام دروازے اور کھڑکیاں اندر سے بند ملے ہیں۔ چلی منزل کی کھڑکیوں میں تو یوں بھی سلا نہیں لگی ہیں، بس اسی کمرے کی کھڑکی میں سلا نہیں لگی ہیں۔ لیکن یہ دوسری منزل پر ہے اور کافی اونچائی پر ہے۔“ قاروق نے جلدی جلدی کہا۔

”اوہ، یہ تو شاکر صاحب اور ان کے گھر والوں کے لیے بہت خطرناک بات ہوگئی۔“ انہوں نے چونک کر کہا۔

”جی کیا مطلب؟“ شاکر جمید نے گھبرا کر کہا۔

”اس کا مطلب یہ ہے کہ قاتل باہر سے نہیں آیا تھا۔ گھر کے ہی کسی فرد نے ہی قتل کیا ہے۔“

”نہیں۔“ شاکر جمید خوف زدہ آواز میں چلا یا۔ اس وقت اسپیکر جمشید اکبر

بھورانی کی چیزوں کو الٹ پلٹ رہے تھے۔ چاکر ان کے لئے نکلا:
"ارے، یہ کیا؟"

☆☆☆

چار خط

انہوں نے دیکھا، ان کے ہاتھ میں چار خطوط تھے۔ ان خطوط پر
اکبر بھورانی کا نام لکھا تھا اور نیچے اس مکان کا پتہ، محلہ اک کی سڑک پر بھی لکھی
تھیں۔

"ابا جان، آپ جو کئے کیوں، یہ تو صرف چار خط ہیں۔ ابھی آپ نے
ان کی تحریر بھی نہیں پڑھی۔" نرزانہ کے لہجے میں حیرت تھی۔
"ہاں، مگر تم بھی ان خطوں کو دیکھ لو، میرے چوتھے کی وجہ سے اب جانے
کی۔" انہوں نے لفافے ان کی طرف بڑھا دیے۔

بچوں نے ان چاروں خطوں کو دیکھا۔ ایک لفافے پر لکھا نظر آیا، دوسری
دھمکی۔ ایک پر دوسری دھمکی۔ تیسرے خط پر پہلی دھمکی اور ایک پر چوتھی دھمکی لکھا تھا۔
انہوں نے پہلی دھمکی والے خط کو کھولا۔ اس میں سے کاغذ کا ایک پرزہ نکلا۔ اس پر ہاتھ
سے لکھی یہ تحریر نظر آئی۔
"بھورانی،"

میں بھی یہاں پہنچ گیا ہوں۔ اب تم میرے ہاتھ سے بچ نہیں
سکتے۔ اب بھی وقت ہے۔ مجھ سے معاملہ طے کر لو۔ اگر
معاملہ طے کرنے پر خود کو تیار پاؤ تو اپنے گھر کے دروازے پر

چاک سے ضرب کا نشان بنا دیا، جس سے ہمیں ملاقات کا وقت
بتا دیا گا اور جگہ بھی ملے ہو جائے گی۔ واضح رہے کہ یہ میری
پہلی دھمکی ہے۔ اصول کے مطابق تمہیں ایسی صرف چار
دھمکیاں ملیں گی۔ چوتھی دھمکی پر بھی اگر تم نے معاملہ کی بات
نہ کی تو میں موت بن کر تمہارے سر پر پہنچ جاؤں گا۔ تمہارا
بھائی دشمن

”مہلات“

انہوں نے بے تابی کے عالم میں دوسرا خط کھولا۔ اس پر لکھا تھا: ”

تم نے ضرب کا نشان نہیں لگایا۔ آج تم کا زمانہ گھر سے اہر
بھی نہیں نکلے، لیکن اس طرح کب تک کھڑے رہو گے۔
میں کسی نہ کسی طرح اس گھر میں داخل ہو جاؤں گا۔ یہ میری
دوسری دھمکی ہے۔ اب بھی وقت ہے، ضرب کا نشان لگا دو۔
اور معاملہ ملے کر لو، ورنہ میری تیسری اور چوتھی دھمکی کے ہتھکڑ
رہو۔

”مہلات“

تیسرے خط کے الفاظ یہ تھے:

”بھورانی،

تیسری دھمکی پڑھ رہے ہو۔ ہوش کے ناخن لو۔ مجھے ابھی
طرح جانتے ہو، پھر بھی لا پرواہی سے کام لے رہے ہو۔ کیا تم
یہ سمجھتے ہو کہ میں اس مکان میں داخل نہیں ہو سکتا گا، یہ

تمہاری بھول ہے۔ میں معاہدے کی وجہ سے مجبور ہوں، ورنہ
کب کا تم تک پہنچ گیا ہوتا۔ ابھی آخری دھمکی باقی ہے۔ میں
آج پھر ضرب کا نشان تمہارے کمرے کے گھر کے دروازے
پر دیکھوں گا۔

”مہلات“

چوتھے خط کے الفاظ سننے پر تھے:
بھورانی،

یہ آخری دھمکی ہے۔ آج رات تمہیں قتل کر دیا جائے گا۔
تمہاری موت کے ساتھ ہی یہ لڑاؤ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے
گا اور میں اس طرح بھی ناکامی میں رہوں گا، نقصان میں
صرف تم رہو گے، کیونکہ جان سے جاؤ گے۔ ہوشیار رہنا
بھورانی، میں آج رات تم تک ضرور پہنچوں گا۔

”مہلات“

چاروں خط پڑھنے کے بعد وہ شاکر حیدر کی طرف مڑے:

”کیا مسٹر بھورانی چند دنوں سے کمرے میں بند ہو کر رہ گئے تھے؟“

”جی ہاں، ہم نے وہی معلوم کرنے کی کوشش کی تو انہوں نے صرف اتنا کہا

کہ طبیعت خراب ہے۔ ان دنوں ان کا کھانا بھی میں ہی لاکر دیتا رہا ہوں۔“

”اور وہ خوف زدہ بھی نظر آتے رہے ہوں گے۔“

”جی ہاں، میں نے یہ بھی محسوس کیا تھا۔“

”آپ کے گھر کے کل کتنے افراد ہیں؟“

”میں، میری بیوی اور دو چھوٹے بچے، تین اور چار سال کے۔“ اس نے

بتا۔

”کیا مسٹر بھورانی کو آپ نے قتل کیا ہے؟“ اسپیکر جیشید نے اس کی طرف

بخور دیکھا۔

”جی، یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ بھلا مجھے ایسا کرنے کی کیا ضرورت

تھی۔“

”مسٹر بھورانی کے سامان سے نظر آتا ہے۔“ نا مال دلا دی تھے کیا خبر

وہ اپنے پاس بہت سی نقدی بھی رکھتے ہوں اور آپ نے اس نقدی کی لالچ میں انہیں

قتل کر دیا ہو۔“

”اف خدا، یہ میں کیسے رہا ہوں۔“ شا کر جی نے کانپ کر کہا۔

”اگر آپ نے اسے قتل نہیں کیا، تو پھر آپ ہی بتائیے، قاتل اندر کس

طرح داخل ہوا، جب کہ دروازے اندر سے بند تھے اور آپ کے ہاتھ پر بھی بندھی

گئی تھی۔“ گھوڑے چیتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”قاتل اس کمزری کے سوا اور کس طرح اندر داخل ہو سکتا تھا۔“

”یہ ہے میں اس کمزری سے انہیں نہیں چیر رہا۔“

”ہوں، آپ ٹھیک کہتے ہیں۔“ یہ کہہ کر کمزری کی طرف بڑھے، جھک

کر دیکھا اور پھر سیدھے ہوتے ہوئے چلے گئے۔

”رات کے وقت ایک لمبی میزمری کے ذریعے اس کمرے میں داخل ہو جانا

کوئی مشکل کام نہیں، لیکن سوال تو یہ ہے کہ کیا قاتل میزمری اپنے گھر سے لے کر آیا تھا

اور پھر اٹھا کر وہاں بھی لے گیا۔ ایک آدمی کا اتنی لمبی میزمری کا لے کر آنا اور پھر وہاں

بھی لے جانا عجیب سی بات ہے۔“ اسپیکر جیشید روانی کے عالم میں کہتے چلے گئے۔

”لیکن اہا جان، یہ بھی تو ہو سکتا ہے، وہ میزمری کسی گاڑی پر رکھ کر لایا ہو،

جس طرح بجلی یا گاڑی کیڈ والے بیڑیاں اٹھائے پھرتے ہیں۔“ محمود بول اٹھا۔

”ہوں، اس کا مکان ہے۔“ یہ کہہ کر وہ ایک بار پھر کمزری کی طرف بڑھے،

جھک کر دیکھا، پھر سامنے دیکھا۔ عرفان غازی اپنی کمزری میں کھڑا دوسری دیکھ رہا تھا۔

ایسے میں ان کی نظر اس میزمری پر پڑی۔ جو عرفان غازی کے کمرے میں رکھی تھی۔ ان

کے منہ سے حیرت زدہ انداز میں نکلا:

”اوہو، وہاں بھی تو ایک میزمری موجود ہے۔“

☆☆

”جی کیا مطلب۔ کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ عرفان غازی اس میزمری

کے ذریعے کمرے میں داخل ہوئے اور اکبر بھورانی کو قتل کر کے اسی میزمری کے ذریعے

بچے اتر گئے۔“ فرزانہ حیرن ہو کر بولی۔

”نہیں، نہیں کہتا، لیکن اس میزمری کو دیکھ لینے میں کیا حرج ہے۔ اس سے

پہلے ہم اس کمزری سے فرش تک کی لمبائی دیکھیں گے۔ مسٹر شا کر کوئی ری پادھا کا سہا

کر سکتے ہیں۔“

”جی کیوں؟“ اس نے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔ جلد ہی وہ ٹائیلوں

کی ایک ری لیے اندر داخل ہوا۔ اسپیکر جیشید نے ری نیچے لٹائی اور جب اس کا سرا

زمین کو چھونے لگا تو ری میں اس جگہ گرہ لگادی، پھر اسے کھینچ لیا اور بولے:

”آؤ بھی، ڈراما عرفان غازی کی میزمری کی پیمائش کر لیں۔“

اسی وقت ہماری قدموں کی آواز سنائی دی اور چند پولیس افسر اور

دوسرے ماہرین اندر داخل ہوئے۔ ان کی نظریں جوان پر پڑی تو چونک اٹھے:

”اوہو، یہاں تو آپ لوگ بھی موجود ہیں، پھر بھلا ہماری کیا ضرورت

تھی۔“ پولیس اسپیکر نے طنز یہ لہجے میں کہا۔ شاید وہ ان سے حسد کرتا تھا۔

”آپ کے علاقے کا کیس ہے، ہم تو بس پوچھی چلے آئے۔ دراصل قتل کے جتنی شاہد نے پہلے آپ ہی کو فون کیا تھا، لیکن کسی نے فون کا ریسورس اٹھایا تو انہوں نے مجھے فون کر دیا۔“

”پولیس اسٹیشن کا فون کل سے خراب ہے اور آپ نے کیا فرمایا، قتل کا کوئی جینی شاہد بھی موجود ہے، جی ڈا، پھر تو مسئلہ ہی حل ہو گیا۔“ اس نے خوش ہو کر کہا۔
”جی نہیں، ایسی کوئی بات نہیں، بلکہ مسئلہ تو اور الجھ گیا ہے۔ انہوں نے قاتل کی شکل صورت نہیں دیکھی، کیونکہ زبرد کے پلس کی روشنی میں انہیں دو سائے سے لڑتے ہوئے دکھائی دیے تھے، ہذا وہ نہیں بتا سکتے، قاتل کون تھا۔“

”اور۔“ انسپکٹر جمشید کے منہ سے باغ سا نہ لہجے میں نکلا۔
”آپ اپنی کارروائی مکمل کرا بیٹے، ہم ذرا شاکر جمید صاحب کے پڑوسی محلے مل کر آتے ہیں۔“

”تو کیا محتول کا نام شاکر جمید تھا؟“

”جی نہیں۔ شاکر جمید اس مکان کے مالک ہیں۔ محتول اس مکان میں کرائے دار تھا۔ اس کا نام اکبر بھورانی تھا۔“

”کیا؟“ انسپکٹر خوف اور حیرت کی زیادتی سے چلا نکلا۔

اور وہ پوچھا کرا سے دیکھنے لگے۔ انسپکٹر جمشید جلدی سے بولے:

”خیر تو ہے، آپ اکبر بھورانی کا نام سن کر چلائے کیوں۔ اور خوف کیوں محسوس کر رہے ہیں، جب کہ یہ مر بھی چکا ہے۔“

”سم، مجھے یقین نہیں آ رہا کہ اکبر بھورانی مر چکا ہے۔ میں ایک سرحدی علاقے کا رہنے والا ہوں۔ بیس سال پہلے اپنا علاقہ چھوڑ کر اوجڑا گیا تھا۔ اس وقت کے بعد آج اکبر بھورانی کا نام نہ سنا ہے۔ ہمارے علاقے کا نام پرانا بھوران ہے، اب

وہ قصبہ جالوم کہلاتا ہے۔“

”اور ہوا چھا۔“ کٹن کی دلچسپی اچانک بڑھ گئی۔

”ہاں، اکبر بھورانی اس علاقے کا پراسرار ترین آدمی تھا۔ سب کے لیے ایک سوالیہ نشان تھا۔ کوئی اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا، وہ کون ہے، کیا کرتا ہے، کہاں رہتا ہے۔ بس وہ لوگوں کو عجیب و غریب خط لکھتا رہتا تھا۔ اس کے خطوط نے پورے علاقے میں خوف و ہراس پھیلا رکھا تھا۔ کبھی کسی دولت مند کو اس کا خط ملتا کہ قتل آدمی کو اسے ہزار روپے دے دو۔ کبھی کسی سرکاری افسر کو خط ملتا کہ قتل آدمی کو قتل ملازمت دے دو۔ جن لوگوں کو ایسے خط ملتے، اگر وہ ان میں لکھی ہدایت پر عمل نہ کرتے تو ان پر ضرور کوئی مصیبت نازل ہوتی۔ یا تو وہ کسی حادثے کا شکار ہو جاتے یا ان کے گھر میں آگ لگ جاتی۔ خطوط میں وہ لکھ بھی دیا کرتا تھا کہ اگر تم نے میرا حکم نہ مانا تو حادثے کا شکار ہو جائے گے یا تمہارے مکان کو آگ لگ جائے گی۔ شروع شروع میں تو لوگوں نے بھی خیال کیا کہ اکبر بھورانی نامی آدمی ضرور کوئی پاگل ہے یا پھر اس کے دماغ میں جاسوسی کے جرائم بھر گئے ہیں، لیکن جب کئی ایسے لوگ جنہیں اس کے خط ملتے تھے، حادثات کا شکار ہو کر مر گئے اور کئی ایک کے مکانات کو آگ لگ گئی تو لوگ اکبر بھورانی سے خوف کھانے لگے، اس کا خط ملنے سے لرزنے لگے اور اس طرح پورے علاقے کے لوگوں کے لیے اکبر بھورانی ایک سوال بن گیا۔ کسی کو بھی اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا کہ وہ کون ہے، کیا ہے، کہاں رہتا ہے، وہ لوگوں کو حادثات کا شکار کس طرح بناتا ہے یا ان کے مکانات کو آگ کس طرح لگا دیتا ہے۔ لوگوں کے دلوں پر اس کا خوف نہ ہی طرح سوار ہوتا چلا گیا۔ پولیس نے اس کا کھوج لگانے کی سر توڑ کوشش کی، لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ انہی دنوں میں اوجڑا گیا اور پھر اکبر بھورانی کے بارے میں کچھ نہ جان سکا۔ ملازمت کی مصروفیات

نے کچھ اس طرح گھبرا کر کسی دوست کے در پہنچے بھی اس کے بارے میں معلوم نہ کر سکا اور آج اتنا عرصہ گزرنے کے بعد میں نہ صرف اس کا نام سن رہا ہوں، بلکہ آنکھوں کے سامنے اس کی لاش پڑی ہے۔" پولیس انسپکٹر یہاں تک کہ کر خاموش ہو گیا۔ کمرے میں موت کا سا غامضی ہو گیا۔ آخر اس سنانے کو قاروق کی آواز نے توڑا۔

"تب پھر آپ اب اپنے علاقے سے معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ آپ کے آنے کے بعد کیر بھرائی پر کیا گزری۔ کسی کو اس کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکا یا نہیں۔"

"ہاں، میں ایسا ضرور کروں گا۔" اس نے کہا۔

"معاذ اب اور بھی دلچسپ ہو گیا۔ لاش کے نیچے آکر قتل بھی موجود ہے۔ ہو سکتا ہے، اس پر قاتل کی آنکھوں کے نشانات مل جائیں۔" یہ کہہ کر انسپکٹر جیشید کمرے سے نکل گئے۔ تینوں نے ان کا ساتھ دیا۔ نیچے اتر کر انہوں نے عرفان قازی کے دروازے پر دستک دی۔ عرفان قازی نے کھڑکی میں سے سر نکال کر نیچے جھانکا اور انہیں حیرت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا:

"خیر تو ہے بتاؤ؟"

"درد لاکھ کھولے، آپ سے چند سوال کریں گے۔"

"جی اچھا۔" اس نے کہا اور نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

جلد ہی دروازہ کھلا۔ انہوں نے قدم اٹھائے۔ اسی وقت فرزاد کا پاؤں پھسل گیا، وہ گرے گرتے ہوئے، اس کا ہاتھ سڑک سے چھو گیا اور اس کے ہمارے ہی رسیدگی ہونے میں کامیاب ہوئی۔

"خیر تو ہے، کس خوشی میں پھلے۔" قاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"عجیب ہو تم، بھلا چسکا بھی کسی خوشی میں جاتا ہے۔" محمود نے جھٹکا کر کہا۔

"کم از کم فرزاد سے اس کی امید کی جاسکتی ہے۔" قاروق نے مسکرا کر کہا۔

"بات تو قاروق نے ٹھیک کہی ہے۔" انسپکٹر جیشید بولے۔ ان کی بات بھی ٹھیک تھی، کیونکہ فرزاد جب بھی اس طرح کرتی تھی، اس کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوتی تھی۔

"یہ بات نہیں، میں واقعی پھسل گئی تھی۔ یہ دیکھو۔ نیچے ایک طیارہ پڑا ہے۔ اس پر سب پاؤں پھسل گیا۔ یہاں تک بھی گئی ہے۔" فرزاد نے کہا۔

"اوہ، چلو خیر کوئی بات نہیں۔ چوٹ تو نہیں آئی؟"

"جی نہیں، خدا کا شکر ہے۔" اس نے کہا۔

دو عرفان قازی کے پیچھے اندر داخل ہوئے اور پھر اوپری منزل پر آئے۔

"لو، یہی محمود، اس کا سراپکا کر سیر می پرچہ جاؤ۔"

"جی کیا مطلب، آپ کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟" عرفان قازی نے پوچھا کر بولا۔

"جیائش۔" قاروق بولا۔

"جیائش، کس چیز کی؟" عرفان قازی کے لہجے میں ہلاکی حیرت درآئی۔

"اس سیر می کی۔ کیا خبر آپ یہ سیر می کھڑکی کے نیچے رکھ کر اندر داخل ہو گئے ہوں۔"

"بھلا مجھے ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ میں بھی یہ سیر می اتنی بڑی نہیں ہے۔"

ساتھ لگا دو۔ میں دونوں کھڑکیوں کا درمیانی فاصلہ پتاپتا ہوں۔

"لو۔" من کے سر سے ایک ساتھ نکلا۔ اکبر بھورانی کے کمرے میں موجود پوسٹ والے اور دوسرا مکہ کی حیراں ہو کر اس محل کو دیکھنے لگا۔ اسپیکر حشید نے ریفرقان قازی کی کھڑکی سے لگا دی، پھر ملے۔

"میں محمود، ری پھوڑ دو اور ادھر آ جاؤ۔" یہ کہہ کر ری پھوڑ کی اور قازق کو اس کا سر لپیٹے ہوئے ملے۔

"یہ می کے لاپرواہی سے اس کا سر لگا دو۔"

قازق نوپر چڑھ گیا اور علم کی قہیل کی۔ اسپیکر حشید نے ری اس جگہ سے پتہ لگایا، جس جگہ پر وہ کھڑکی سے لگی تھی۔ دوسرا اسوں نے میز می کے نیچے آئے ہر لگا۔ لیکن وہی چھانچو بڑھ گیا۔

اسی وقت محمود اور پتہ لگایا۔

"نہیں، یہ میز می دونوں کھڑکیوں کے درمیانی فاصلے سے بھی کم نہیں ہے۔ مجھے حیاں آیا تھا، شاید اس میز می کو دونوں کھڑکیوں پر لکھ کر قازق قازی اکبر بھورانی کے کمرے میں پہنچے ہیں۔"

"اب خدا کی آپ اس جگہ دیو میں اس میں ہی ایک قاتل نظر آ رہا ہے۔" جہاں جہاں پتہ لگایا، قاتل ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

"یہ بات نکال قاری صاحب، اس اس میز می کی وجہ سے یہ خیالات آ گئے تھے۔ آپ غصوں نہ کریں۔ اچھا اب ہم چلتے ہیں۔ کم از کم اکبر بھورانی کے قاتل آپ نہیں ہیں۔ اس کا بھی پتہ نہیں ہے۔"

"شکر ہے، آپ کے یہ الفاظ اس کر صیری جان میں جا آئی ہے۔" اس نے مطمئن لہجے میں کہا۔

"ہم پھر بھی اس کی پکڑ لیں گے۔"

"شوق سے کیجیے، مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" اس نے بے پارگی سے

عالم میں کندھے سے اچکا۔

محمود ری کا سر پتہ لگایا، میز می سے آخری نظر۔ تک پہنچ گیا۔ اس نے ری کا سر اس کے بالوں کے سر سے پتہ لگایا۔ اسپیکر حشید نے ری فرنی سے لگا دی، لیکن ہائی بی ری ری ری ری حس کا مطلب پتہ لگایا کہ میز می بہت چھوٹی ہے اور کھڑکی تک نہیں پہنچ سکتی۔

"نہیں، یہی پتہ لگایا۔ قاتل اس میز می سے رہے، اکبر بھورانی کے کمرے میں داخل نہیں ہوا۔"

"جی، پتہ لگایا، پتہ لگایا، پتہ لگایا۔" محمود نے کہا، نیچے اتر آیا۔

جہاں جہاں آپ تو مجھے ہی قاتل بنانے پر قائل ہو، حالانکہ اس وزارت کی اطلاع دینے والا میں ہی ہوں۔"

"میز می دیکھ کر حیاں آ گیا تھا، کیونکہ اس کیس میں قاتل میز می سے بھیہ کرے میں داخل۔ ارے اسپیکر حشید کہتے تھے وہ سے اس کی آنکھوں

میں ہلاکی چمک لہرائی، پھر جلدی سے ملے۔

"محمود، جلدی سے اکبر بھورانی کے کمرے میں جاؤ۔"

"جی، جس جگہ کرکڑوں کا کیا؟" اس نے حیراں ہو کر کہا۔

"پتہ لگایا، پتہ لگایا، پتہ لگایا۔" یہ بات تو بعد میں بتائی جائے گی۔ قازق نے سر

ہٹایا اور محمود سے گھورتا ہوا پتہ لگایا۔ جلدی اس نے سوسو لے کرے سے کہا۔

"میں یہاں پہنچ گیا ہوں، ہاں ہاں ہاں، کیا حکم ہے؟"

"یہ لو، میں ری کا سر اتھار لی طرف اچھا ہوں، سے پتہ لگایا کھڑکی کے

"وہ بچے ترے لگے اسی وقت اسپیکر جمید ہوئے۔

"مجھے اب محسوس ہوتا ہے، جیسے اس کیس کی تہ تک پہنچنے کے لیے ہمیں کمر بھرائی کے علاقے میں جانا پڑے گا۔ اس کیس کا سلسلہ وہاں تک چلا گیا ہے۔"

"آپ کا مطلب، اسپیکر صاحب کے سرحدی قصبے سے ہے؟" محمود بولا۔

"ہاں، ہم صبح وہاں کے لیے روانہ ہوں گے۔" سبوں نے کہا اور تینوں

نے ان روانہ کئے۔ وہ تو اس قتل کو کمر بھرتی کر رہے تھے، جس میں اس کا سلسلہ کسی

دور دراز علاقے تک چلا گیا تھا۔ کروڑوں روپے میں پچیس اپنا کام تقریباً مکمل کر چکی

تھی، چنانچہ اسپیکر جمید نے پوچھا۔

"کیوں جناب؟ یہ قتل پر لکھنؤ کے مشاہیر نے میں پائیں؟"

"نئی ٹیکس، کسی مگر چپ پر قاتل کی انگلیوں کے مشاہیر تک نہیں ملے۔ اس سے

ضرور دستاویز ملے ہوں گے تھے۔" ایف، ایف، ایف جواب دیا۔

"ڈائری صاحب، آپ کیا کہتے ہیں، یہ قتل کس وقت کیا گیا؟"

"دو اور اڑھائی بجے کے دوران۔" ڈاکٹر بولا۔

"دو اور اڑھائی بجے کے درمیان۔ جی ٹیکس، یہ قتل ٹھیک پچیس بجے ہوا

ہے۔" اسپیکر جمید نے قلمی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"یہ آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں۔" ڈاکٹر نے براہ راست جواب دیا۔

"اس طرح کہ جس وقت یہاں یہ قتل ہوا تھا، اس وقت غرقاب، ماری

صاحب مجھے فون پر اطلاع دے رہے تھے کہ ان کے سامنے واسے مکان میں پتھر گرا پڑا

ہے، پھر میں نے فون پر ایسی آواز کی کسی بھی جیسے کسی ٹانگہ ٹانگہ گیا ہو اور زخم سے

آواز نکل رہی ہو۔ اس وقت پچیس بجے تھے اور ہم یہاں تھے، یہی سب کچھ ہوا

تھے، لہذا میں قتل کا درست وقت بتا سکتا ہوں۔" انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

"ہوسکتا ہے آپ کا خیال بالکل درست ہو۔ غیر پوسٹ مارٹم کے بعد قتل

کا قریب ترین وقت معلوم ہو جائے گا۔"

تین دن، یہ ٹھیک ہے۔ اس کا معنی ہے یہاں ہمارا کام ختم ہو گیا ہے

لہذا چلتا چا ہے۔"

دوسرے دن وہ قصبہ جا رہے تھے۔ یہ ایک سرحدی قصبہ تھا اور اس کے

ساتھ دو گت بہت حد تک "درجہ حرارت" کے تھے۔ بولی ڈاک سے اتر کر، سبوں

سیدھے ایک ہوٹل کا رخ کیا۔ ہوٹل کا نام گنٹار ہوٹل تھا۔ اس میں کمرے حاصل

کئے، جہاں انہیں دلی وقت تک ہوئی۔ وہ یہاں اس لیے آئے تھے کہ اس میں داخل ہو کر

پھر ٹھیک رہ سکیں۔

مرتب میں چار "ای" موجود تھے اور ان کے پستوں اس کی طرف تھے

نے تھے۔

☆☆☆

ان کے نام

"خوش آمدید دوستو۔"

"دیکھم خوش آمدید۔ اس قلعے میں خوش آمدید کہے کا طریقہ پسند آد۔"

قادیق نے خوش ہو کر کہا۔

"شاید تم لوگ اس بستوں کو نئی دیال کر رہے ہو۔" ان میں سے ایک۔

فرا کر کہا۔

"نہیں تو پتہ بالکل سلی ہیں۔" قادیق بولا۔

"جب پھر تم ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔"

"کیا دیال ہے ادا جان، ہم ہاتھ اوپر اٹھائیں یا نہیں۔"

"اٹھاؤ یعنی، اس کا دل میلان کر دو۔ دروازے کیس تو سکی، یہ لوگ چاہتے کیا

ہیں؟"

"ابھی ایک منٹ کے اندر معلوم ہو جائے گا۔" وہی بولا۔

"کیا معلوم ہو جائے گا؟" ان پکڑے مشید نے حیران ہو کر پوچھا۔

"یہ کہ ہم کیا چاہتے ہیں؟"

"تو تمہیں طاری آمد کے بارے میں خبر دو، کر دیا گیا تھا۔" ان پکڑے مشید

چیخے ہوئے لہجے میں بولے۔

"نہیں تو۔ ہم دراصل بخوبی ہیں۔" وہ طر بھرتے لہجے میں گویا ہو۔

"نہیں، یہ سارے بہت خوش ہوئی۔ کتنے دن ہو گئے تھے کسی بخوبی کو ہاتھ

دکھائے۔" قادیق خوش ہو گیا۔

"مگر نہ کرو، اب جی بھر کر ہاتھ دکھاؤ۔" وہ ہنسا، پھر اپنے ایک ساتھی کی

طرف ہنسا۔

"گوگڑ، اس کی تلاش ہو۔ اس کے پاس ہتھولے سرور ہوں گے۔"

"صرف میرے پاس ہتھولے ہے۔ کچھ تو خود ہی نکال رہی تھاری طرف

پیکر دوں۔"

"خیر، اور حرکت نہ کرنا۔ ہمیں قادیق گیا ہے، تم لوگ بہت خطرناک ہو۔"

"لیکن شاید اس سے مکمل تعارف نہیں کراؤ، ورنہ تم صرف چار نہ آئے

ہاں سنا، حجاب کے لیے۔" محمد مسکرایا۔

"مگر نہ، ہم چار ہی بہت ہیں۔ گوگڑ، تم نے کام شروع نہیں کیا۔"

"ابھی نو سٹاؤ۔" تم میں سے ایک نے کہا اور اس کی طرف بڑھا۔

"کلاشی سے پیسے گرقم یہ بتاؤ پتے کہ چاہتے کیا ہو تو یہ تمہارے حق میں

بہتر تھا۔"

"ہمد میں بتاؤ پتے میں طارے لیے کیا حرج ہے۔"

"اس وقت تم شاید بتانے کے قابل ہی نہیں رہ جاؤ گے۔"

"ہے ہمارے میں بہت خوش فہمی میں جھکا ہوا شاید۔"

"یہ بات نہیں۔ ہم دراصل تمہارے بارے میں کسی خوش فہمی میں جھکا

ہیں۔" غرزانہ نے بہت دیر بعد زبان کھولی۔

تھے میں گوگڑ، ان پکڑے مشید کے قریب بچھ چکا تھا۔ کلاشی لینے کے لیے سے

اپنا ہسپتال جیب میں رکھنا پڑا تھا۔ جوں ہی وہ اس کے نزدیک پہنچا، دروازے اچھلا اور
اپنے تینوں ساتھیوں پر جا پڑا۔ ساتھ ہی ان کے ہسپتال چل گئے اور ہیک وقت تین
گولیوں کو گز کے جسم میں برکنیں۔ ہسپتال سے آوارہ تینوں ترکر نہیں بھی نہیں
پاسے سے۔ وہ چاروں اس پر جا پڑے اور ان کی آت میں ان کے حراج لگانے کا
دبے اب ہسپتال اس کے ہاتھوں میں نظر آئے۔ تینوں ہنگاموں کی طرف دیکھ
رہے تھے۔

"اب کیا خیال ہے دوستو؟" ہیکڑ جیسوید سکا۔

"تمہاری موت تمہیں اس قیے میں ملتی ہے۔ تم نہیں جانتے کہاں

آپہنچے ہو۔"

"یہ تم لوگ تملات کے آئی ہو؟" انہوں نے اس کے جیسے کی طرف

توجہ دے کر کہا۔

"ہاں، ہم تملات کے آئی ہیں تمہارے۔"

"تمہارے کو کبھی پورانی سے کہا دشنی ہے؟"

"ہم تمہارے سوالات کے جواب دے رہے ہیں نہیں آئے تھے۔" استاد

نے نرا سامنا کر کہا۔

"تو پھر کس لیے آئے تھے؟" فاروق جلدی سے۔

"تمہارا کام تمام کرنے اور وہ ہم پر حال میں کر۔"

"تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ آپ ہاتھ اور پیروں کو ہمارے ہاتھوں میں

کے خیر کو کر کے پورے کو جانوں گا اور تمہیں پورے سے جوئے کر دوں گا۔ دوسری

صورت میں تمہاری لاشیں یہاں رہتی نظر آئیں گی۔" اس نے اس کا ہجڑہ دھا۔

"تو تم ہونے کے خیر کے درجے پولیس کو بدو گے اور ہمیں اس کے

خوئے کر دو گے؟" استاد نے خوف زدہ ہوئے بغیر کہا۔

"ہاں کیوں کیا یہ ممکن ہے۔"

"جی بات ہے، بلو ہم ہاتھ اٹھائے دیتے ہیں۔ ہلو بھی تم دونوں بھی ہاتھ

نہا دو۔ یہ بھی یاد کریں گے۔ ان لحاظ کے ساتھ ہی تینوں نے ہاتھ اٹھ گئے۔

"محمود، فاروق، تم اس تینوں کی کلاشی ہو۔ مرزا، تم پوری طرح پوکس

رہو۔

"آپ فکر نہ کریں اما جان، جو چھی س میں سے کسی نے حرکت کی، میرے

ہاتھوں سے کوئی نکلے۔" دوبلی۔

محمود اور فاروق نے بہت بھرتی سے کلاشی سے ڈالی۔ اس کی جیسوں سے

پاؤں تا بیرونی اور ملی داڑھی سوٹیںس برآمد ہوئیں۔

"بھئی! ہر کام تیار رکھتے ہیں یہ لوگ۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

اور تمہاری طرح ہر بار کمرے سے ہمیں ہتھیاروں کے نکل آتے ہو۔"

دوبلی نے جواب دیا۔

"اور تم تو جیسے اپنا چپ سے ہی آئی ہو۔" فاروق نے بھڑک کر کہا۔

"باتیں نہیں، صرف کام۔ اب تم س کے ہاتھ اور پیروں کی رسی سے

باندھ دو۔ ہوں گی تار سے پاس دی نہیں ہے۔"

دونوں انہیں باندھے گئے۔ ہاتھوں اور پیروں کے بعد انہوں نے س

کے منہ بھی باندھ دیے، تاکہ شہوت نہ پاسکیں۔

"ذمہ داری اب چلیں۔ بہت دیر ہو گئی ہے۔" ہیکڑ جیسوید بولے۔

نئی کیا مطلب، بہت دیر ہو گئی ہے، ہمیں کہاں جانا ہے؟" محمود نے

خیرت زدہ ہو کر پوچھا۔

"اس ہوٹل سے دوسرے" دہرائے۔

"لیکن ابھی ابھی تو آپ کہہ رہے تھے، ہوٹل کے منیجر کو بلا کر ابھی اس

کے حوالے کر دیں گے۔" قاروق بولا۔

"الحق ہو تم۔ ان لوگوں کا ہم سے پہلے اس کمرے میں موجود ہونا صاف

خبر کرتا ہے کہ ہوٹل کا منیجر اور ملکہ بھی اس لوگوں کے ساتھ ملا ہوا ہے یا یہ لوگ سچی

ہیں، مگر ہم اس وقت دشمن ہوٹل میں ہیں۔ منیجر کو بلا نے کا ارادہ میں نے انہیں خوش

تھی میں جھکا کرنے کے لیے کیا تھا اور یہ خوش فہمی میں جھکا ہو بھی گئے۔ یہ تو

انہوں نے خود کو آسانی سے بخیر خواہی، آداب پیسے، ان کے ساتھی تھے ہی ہوں

گئے۔"

"لیکن ہم جانیں گے کیسے۔ ہمیں فرار ہونے دیکھ کر ہوٹل والے رکاوٹ

نہیں ڈالیں گے۔"

"ہم پہلے دھڑالے سے جانیں گے۔" دوسرا بولا۔

ہوٹل سے باہر نکلے ہی انہوں نے ایک لکھی پکڑی۔ ساتھ ہی اسپید مشین

بولے

"کسی سٹے سے ہوٹل میں لے چلو گئی۔"

"جی بہتر۔" اس نے کہا اور لکھی آگے بڑھ گئی۔

"اکبر بھورانی کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہیں آپ؟" چائیک

اسپیکٹر مشین بول رہا تھا۔

دراغیور کے ہاتھ کانپ گئے۔ جیسی ہوائی، لیکن پھر سڑک کے کنارے

آگ کی نذرانہ دینے خود پر کا پالیا تھا۔

"آپ ڈر گئے۔ آخر یہ اکبر بھورانی کیا بد ہے؟"

"آپ اسے خوف ناک بنا کر رکھتے ہیں اس قصے کی میں بچیں سال

پر لی خوف ناک بنا۔ آج تک پولیس اسے گرتا نہیں کر سکی۔"

"لوگ اس سے خوف زدہ کیوں ہیں؟" انہوں نے پوچھا۔

"کہے کہ یہ قصبہ ہمارے ملک میں شامل ہے۔ ملک کا سکہ اس میں چلا

ہے۔ یہاں پولیس ہے، دوسرے تو ہتھیار ہیں۔ ان ہتھیاروں میں حکومت کے احکامات

کے مطابق کام ہوتا ہے، جس حقیقت اور اصل یہ ہے کہ اس قصبے پر اکبر بھورانی کی

حکومت ہے۔ وہ جو چاہتا ہے، کرتا ہے۔ پولیس در دوسرے ہتھیاروں کے آفسر اس

کے احکامات کے خلاف ہم نہیں مار سکتے۔ ہتھیاروں کو اس کی طرف سے ہدایات موصول

ہوتی ہیں۔ بچوں سے پہلے زندگی میں ہلکی مار لوگوں سے اکبر بھورانی کا نام سنا تھا،

جب ایک رئیس کو اس کا خط ملا تھا۔ میں ان دنوں اس رئیس کا ذرا انداز تھا۔ اس خط

میں لکھا تھا کہ نور دین موہنی کو فوری طور پر ہمیں ہزار روپے ادا کر دیے جائیں، ورنہ

رئیس کا ہتھیار کا نقصان ہو جائے گا۔ اس نے نور دین موہنی کو ہمیں ہزار روپے نہ

دیے۔ اس خط کو ایک مقررہ قیاس کیا اور چند روز بعد اس کے کارخانے میں آگ لگ

گئی تھی۔ کتب کو بھجوا دیا۔ کبھی اور سب کچھ راکھ کر گئی۔ رئیس کو نکال ہو گیا۔ مجھے بھی

اس کی عمارت چھوڑنا پڑی۔ ہمارے یوٹیلٹی سروسٹ ہمارے سیکھ میں کہتا تھا گیا۔

اس رئیس کا نام یہ تھا؟" کھوہ بے چشک ہو کر بولا۔

"تیسرا۔ جب اس کا کارخانہ جل کر راکھ ہو گیا تو چند دن بعد ایک اور

سینئر عمارت پر وہ اکبر بھورانی کا خط ملا۔ اس میں بھی یہی لکھا تھا کہ نور دین موہنی کو ہمیں

ہزار روپے دے دیے جائیں۔ سینئر لوگ پہلے ہی سے ہوئے تھے، اس نے فوراً

نور دین موہنی کو ہمیں ہزار روپے دے دیے۔"

"اور یہ نور دین موہنی کون تھا؟"

"تو پھر اس کا اصل نام کیا تھا؟"

احملات: "اس نے کہا۔"

"کیا کہا، حملات؟" نذرانہ چیخا۔

"ہاں، اس کا نام حملات تھا۔ اب ہم اسے اپنی حملات کہتے ہیں۔"

"لیکن حملات کے نام سے تو مشغول کو خطا رہتے ہیں۔"

"وہ اس لیے کہ حملات نے اپنا نام کبر بھورلی رکھا تھا، لہذا کبر بھورلی

کے آدمی نے شرارتاں اپنا نام حملات رکھ لیا تھا اور اسی نام سے یہ کھنکھراتے حملات نے

اس سے مدد گات کرنا اور بات چیت کرنا منظور کیا۔ یہاں تک کہ اسے چوتھی دھکیلی

دے دی گئی۔ اس کے بعد جو کچھ بھی ہوا، آپ جانتے ہی ہیں، وہاں اندر مائے سے

پہلے یہ خطا لے لیجیے۔" زار نے بڑا سراہندہ انداز میں کہا۔

"خطا، کیا خطا؟" انسپکٹر مشید حیران ہو کر رہ گئے۔

"تو کبر بھورلی کی طرف سے چند کمالات۔ ان بدایات کے تحت آپ ان

سے بات کر سکیں گے۔ اب اندر چلیے۔"

"آؤ، جی، سر چلیں۔" انسپکٹر مشید کھڑے ہو کر چلے گئے۔

چاروں ایک طرف کی طرف بڑھ گئے۔ جوں میں اندر داخل ہوئے، وہیں

سے ٹیکسی چلنے کی آواز سنی۔ دوڑ دوڑ کر وہاں پہنچے۔ تو ٹیکسی جا چکی تھی۔ وہ

مڑے اور پھر آگئے۔ یہاں کوئی ٹیکسی تھا۔ فون بھی نہیں تھا جس کے ذریعے وہ

اکبر بھورلی سے بات کر سکتے۔

"تو یہ صرف دھوکا تھا، یہاں کوئی ٹیکسی ہے۔"

"خطا تو کھول کر دیکھیے۔" فاروق بے چس ہو کر بولا۔

انہوں نے خطا کھولا، مگر پھر کھلا تھا۔

"مسٹر مشید،"

یہ میرا پہلا خط ہے، اس کے ملنے ہی نہ رات کو سٹ کا کلکٹ سنائیں۔ بصورت

دیگر آپ کو دوسرا، تیسرا، پھر چوتھا خط ملے گا اور اس کے بعد وہی ہوگا، جو حملات کا

ہوگا۔

اکبر بھورلی

☆☆☆

واپسی

دو چنڈے سے ننگی رات میں گھروں سے یہ دورے کرتے رہے۔
آخر کار رات کی آواز ابھری۔

"باہر جا کر دیکھو، سب سو رہے ہیں۔" اسی وقت صبح کی روشنی پڑی۔
"ابھی تو میں سو رہا تھا، اب کیسے ہو گیا؟" وہ سوچا۔
"ابھی تو میں سو رہا تھا، اب کیسے ہو گیا؟" وہ سوچا۔
"ابھی تو میں سو رہا تھا، اب کیسے ہو گیا؟" وہ سوچا۔
"ابھی تو میں سو رہا تھا، اب کیسے ہو گیا؟" وہ سوچا۔

فاروقؒ

"بزدل ہو تم۔" فرزانہ بھانپ گئی۔

"بلکہ زور پک بھی ہو۔" محمود نے بھی فرزانہ کا ساتھ دیا۔

"تو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہم چاروں پرے ٹرے اور وہاں سے قہقہے لگاتے ہو؟"
"جائیں اور موت کو دروازے نہیں۔" کیا یہ نکل سکتی تھی؟
"فاروقؒ نے بھی حیرت آواز میں کہا۔

"ابھی تو میں سو رہا تھا، اب کیسے ہو گیا؟"

ابھی تو میں سو رہا تھا، اب کیسے ہو گیا؟
حیرت تھی۔

"ابھی تو میں سو رہا تھا، اب کیسے ہو گیا؟"
ابھی تو میں سو رہا تھا، اب کیسے ہو گیا؟
ابھی تو میں سو رہا تھا، اب کیسے ہو گیا؟

ابھی تو میں سو رہا تھا، اب کیسے ہو گیا؟
ابھی تو میں سو رہا تھا، اب کیسے ہو گیا؟
ابھی تو میں سو رہا تھا، اب کیسے ہو گیا؟

ابھی تو میں سو رہا تھا، اب کیسے ہو گیا؟
ابھی تو میں سو رہا تھا، اب کیسے ہو گیا؟
ابھی تو میں سو رہا تھا، اب کیسے ہو گیا؟

ابھی تو میں سو رہا تھا، اب کیسے ہو گیا؟
ابھی تو میں سو رہا تھا، اب کیسے ہو گیا؟
ابھی تو میں سو رہا تھا، اب کیسے ہو گیا؟

ابھی تو میں سو رہا تھا، اب کیسے ہو گیا؟
ابھی تو میں سو رہا تھا، اب کیسے ہو گیا؟
ابھی تو میں سو رہا تھا، اب کیسے ہو گیا؟

ابھی تو میں سو رہا تھا، اب کیسے ہو گیا؟
ابھی تو میں سو رہا تھا، اب کیسے ہو گیا؟
ابھی تو میں سو رہا تھا، اب کیسے ہو گیا؟

ابھی تو میں سو رہا تھا، اب کیسے ہو گیا؟
ابھی تو میں سو رہا تھا، اب کیسے ہو گیا؟
ابھی تو میں سو رہا تھا، اب کیسے ہو گیا؟

ابھی تو میں سو رہا تھا، اب کیسے ہو گیا؟
ابھی تو میں سو رہا تھا، اب کیسے ہو گیا؟
ابھی تو میں سو رہا تھا، اب کیسے ہو گیا؟

ابھی تو میں سو رہا تھا، اب کیسے ہو گیا؟
ابھی تو میں سو رہا تھا، اب کیسے ہو گیا؟
ابھی تو میں سو رہا تھا، اب کیسے ہو گیا؟

"مگر مرزا رسائی کے۔" وہ بولے۔

"اور پھر ہمارے پاس کس سلسلے میں آئے۔"

"بچیس سال پہلے کے واقعے کی تفصیل جانتا چاہتے ہیں۔ میرا مطلب

اس واقعے سے ہے جب آپ کو اکبر بھورانی نے میں پر روپا ہونے دئے تھے۔"

"بچیس سال بعد آپ کو اس واقعے کی تفصیل جاننے کی کیا ضرورت پیش

آگئی۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"میں نے اتنا آج ہی معلوم ہوئی ہیں۔"

"آپ کیا جانتا چاہتے ہیں؟" اس کے کچھ میں ناگوری آگئی۔

"ایک ایسا بات جو آپ بتا سکتے ہیں۔ اکبر بھورانی آپ کو کس طرح

ہانتا تھا۔ اس سے سب سے پہلے آپ کو رقم کیوں دلائی۔"

"ان باتوں کا جواب تو خود مجھے ہی معلوم نہیں۔ اکبر بھورانی کبھی میرے

سامنے تو آئی نہیں کہ میں اس سے پوچھ سکتا۔"

"تو آپ اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں بتا سکتے۔"

"جی نہیں، پولیس نے بھی مجھے اس باتوں بہت کر دیا تھا جس میں بھورانی

بتاتا۔ میرے پاس بتانے کے لیے تو ہی کیا۔"

"جب تو ہم نے آپ کو اتنی تکلیف دی۔ اجازت دیجیے، ہم چلتے ہیں۔"

"کوئی بات نہیں۔" اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

وہ اس سے ہاتھ لاکر باہر نکلے۔ اسی وقت ایک ادیب مرزا آدی جیسی سے اتر

کر کوٹھی کے گینت کی طرف بڑھا اور ان پر ایک نظر ڈالا تو اندر داخل ہو گیا۔ اسوں

نے مڑ کر دیکھا۔ میں اسی وقت اس آدی نے بھی مڑ کر ان کی طرف دیکھا، مگر جلدی

سے صاف پھر کر چلا گیا۔

"کیوں بھی کیا خیال ہے؟" ان پکڑ جھپٹا کر مکر۔

"اب معلوم ہوتا ہے، جیسے اس شخص کو کہیں دیکھ چکے ہیں۔" فرزانہ

جوابی۔

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" ان پکڑ جھپٹا کر مکر۔

"جیسے کہ اس دیکھ چکے ہیں۔" فاروق سے اُلجھ کر کہا۔

"انہوں کو گردشِ دود۔ یاد کرنے کو شش کرو۔ دروازہ کھولیں تو کسی دکان پہلے

بتاتا ہے۔" ان پکڑ جھپٹا کر مکر۔

"تو جانتا ہے۔" وہ بولا۔

"ہاں، بالکل۔ بلکہ بہت بھی طرح یاد آ چکا ہے کہ ہم اسے کہاں دیکھ چکے

ہیں۔" انہوں نے پراسرار لہجے میں کہا اور سڑک کی طرف مڑ گئے۔ بعد ہی نہیں ایک

فیسلی لگئی اور چند روٹن بعد وہ سینٹھ تھوڑا پانڈے کے گھر کے دروازے پر دستک دے

رہے تھے۔

اب وہ ایک چھوٹے سے گھر میں رہتا تھا۔ دستک دینے پر فوراً ہی ہر لاکھ

اور پھر نہیں ایک گھنٹہ گزر رہا تھا۔ کمرے میں، انہوں نے ہر چیز سے غریب لہجہ

رہی تھی۔

"تو بچیس سال سے آپ خود کو سننا نہیں سکتے؟" ان پکڑ جھپٹا کر مکر۔

"کیا مطلب؟" اس نے چونک کر کہا۔

"مطلب یہ کہ اکبر بھورانی اسے واقعے کے بعد آپ کے حالات غراب

ی چاہتے آ رہے ہیں۔"

"ہاں، کارخانہ۔ جتنے کے بعد میں کہیں کا نہیں رہا۔ مختلف اداروں کی بڑی

بڑی رہیں۔" ان کا کہنا تھا جو کارخانہ چلتے رہے کی صورت میں "ابوئی رہیں۔ کاروباری

پہری طرح چلتا رہتا ہے، لیکن جوں ہی کاروبار بند سب کو گھر سے یہاں دھت
میں اپنی رقموں کا مطالبہ شروع کر دیا اور تنگ میں میرے پاس جس قدر نقد اور
ریجوت ختم کے سب اس دن در ہو گئے۔ کوئی اور کاروبار دھت نہ کی اور یہ
تھوڑا سا ملاں اسے پینا پڑا۔ اب میں یہ فقر میں بطور غلہ ملا۔ سوں
نہ اور میں بہت دیر تھا۔

"اسوں آپ سے ساتھ بہت علم ہوا۔ سرحدوں سے بہت دانی

ن۔

دونوں اس سے کسی کی خواہش سے نہ آپ ساتھ ہی۔ ۱۹۱۰ء

"کیا مطلب؟" مجھ کو نے چونک کر کہا۔

"اس سے ہوتے ہیں۔ گی گی کہ وہ ایک بار۔ اس کا خیال یہ تھا
یہ بہت دانت میں سے وہ نہیں اٹا۔ نہ نہیں یا۔ اس کا پھر وہ نہیں
دے گا۔ اس سے شے میں پور۔ اب اس وقت کسی سے اس کا پانی دانت نہ
پڑھ لیا اس۔ اور سے دھت ہوں۔ ۱۹۱۰ء کے اور شے سے اس کا کال ہوں

۴۔

"کیا آپ سرحدوں کے بارے میں کچھ جانتے ہیں؟"

"بعد میں اس نے بارے میں کیا بتا سکوں گا۔ جس وقت تک یہ سوچتا
ہوں۔ آخر کہ بھوری کوں سے اور مجھ سے یہ دشمنی تھی؟"

"شکر یہ جناب ہم نے آپ کو بہت رحمت دی۔ اب ہم نہیں گئے۔"

اور وہ باہر اٹھ گئے توڑی رہے بعد وہ سینہ انار پے۔ پاس بیٹھے تھے

لیکن اس سے بھی دل فاس کی بات معلوم نہ ہوئی۔ اس سے صاف تباہی بتا دیا

"سینہ تیمور یار کا کاروبار چلنے پر میں خوف زدہ ہو گیا تھا۔ بعد میں سے

انکہ ہوا ہی کا پورا پورا ملنے ہی کی ہو پتی ہو میں۔ اور آپ دے دے میں سے بعد
بھوری سے مجھے کچھ تنگ میں یا میں تو شرمناک ہوں کہ میں۔ آپ سے
دے تھے۔ اس میں ہی سمجھنا۔ اس میں کال ہوتا

۱۔ تنگ میں اسپید مشین سے اس سے پچھا

یہاں بھی اس آواز کے بارے میں پوچھا۔ اور میں نے پوچھی کہ
کوئی میں داخل ہو رہا تھا۔ ۱۹۱۰ء

قی بھی تنگ تو نہیں مجھ سے لڑے پھا۔ غارتی و اور
نے بھی لگی میں رہا ہے۔

تو پھر وہاں پھر میں نہیں رہا۔ اور میں چلا گیا۔

تو کیا آپ کوئی دیکھتا رہے پچھلے ہیں؟

اب میں یہ سے قصبہ میں نہیں رہا۔ میں سے۔ ۱۹۱۰ء کے بارے میں
آج بھی گئے۔

میں آپ اور وہاں سے آج بھی گئے۔ مجھ کو نے جتنی میں حیرت تھی
یہ وہ ہیں مجھ جڑے اور رہے تھے۔

اب میں تم سے کھڑے ہوں۔ میں آپ سے ساتھ چا رہی ہوں۔ ۱۹۱۰ء
رہا نہیں رہتا۔ تو یہ میں دے گئے۔

رہنمائی پہنچتے ہیں میں نے لوں اور پھر ٹھیکہ کی سے اس
کے گئے۔

☆☆☆

عرفان غازی

"یہ وہاں رہنا، کیا حال ہاں ہیں؟"

"اُمّیک حشید، یہ تم ہو۔ لیکن نہیں، تم تو قصبہ جالوم گئے ہوئے ہو۔ میں نے قنوزی دیر پہلے ہی بھائی سے فون پر بات کی تھی۔ اس کا مطلب ہے تم کوئی سٹی جمشید ہو۔ خبردار تم مجھے دھوکا نہ دے سکتے۔"

"ارے ارے ہاں رحمان۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے، میں اصلی جمشید ہوں اور ابھی بھی قصبہ جالوم سے آ رہا ہوں۔ اُتر بیٹیں نہیں تو آ کر مجھ سے مل لو، یوں بھی تمہیں آنا پونچے گا۔ ایکسا اہم کام ہو گیا ہے۔"

"اہم کام، بس تو مجھ میں پہنچ کر کیا کہو۔"

"ہاں، بھئی کرو، ابھی میک اپ کے مرحلے سے بھی ترستا ہے۔" وہ مسکرائے۔

"ارے آپ رے۔" انہوں نے ہلکلا کر کہا، کیونکہ میک اپ سے وہ بہت گھبراتے تھے۔

"فکر نہ کرو، زیادہ مشکل میک اپ نہیں ہوگا۔ آدھ مجھے میں فارغ کر دوں گا۔" وہ بولے۔

"اچھا، میں آ رہا ہوں۔" انہوں نے کہا اور ریسور کھنچا۔

"کیا، فیبر واکل کو بھی لے چکی تھی؟"

"نہیں بھئی، ہم خطرناک ہے اور میں تم میں اس کی ضرورت بھی نہیں ہے، کیونکہ یہ کوئی سائنسی معاملہ نہیں ہے۔"

"جیسے آپ کی مرضی۔" فرزانہ نے باپ کو لہجہ میں کہا۔

آدھ مجھے بھو خان رحمان پہنچ گئے، لیکن وہ تنہا نہیں آئے تھے۔ یہ میرا دوا دہن کے ساتھ تھے۔

"ہاں میں ہاں رحمان، میں نے تم سے یہ کب کہا تھا کہ یہ میرا صاحب بھی ساتھ لائے۔"

"میں یہاں آئے کی توری میں مصروف تھا کہ یہ میرے ہاں پہنچ گئے۔ یہاں آنے کے بارے میں سنا تو یہ بھی آئے کے لیے تیار ہو گئے۔ اس میں میرا کیا قصور؟"

"قصور تو میرے، ابھی نہیں ہے۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ آج کے دن میرا بوسہ دینا ہے۔" پرانے میرا دوسرا بوسہ لے لے۔

"یہ بات میں پرانے میرا صاحب، ہم دراصل ایک خطرناک کام پر روانہ ہو رہے ہیں اور میں آپ کو خطے میں بلا ہوا چاہتا ہوں تاکہ آپ کو کوئی مسئلہ نہ ہو۔"

نزدکی اور موت کے واقعات۔ جب تک میرا بوسہ نہ لے لے، میں یہ کیا کیا کر سکتا ہے، جب تم غمزدہ کرو، میں اس خطے میں نہیں تھا میں چھوڑ سکتا۔"

"ابھی جیسے آپ کی مرضی۔" سہو نے مجھ کوئی کے عالم میں لے لے۔ چکائے۔

بہنیں آپ کا نام شروع ہوا۔ دو تین کی مسلسل محنت سے بعد
 پڑا مشید سے سب کے چہرے میں برکھادیے۔ ایسے میں ضرور سے بچھن ہو
 ہا
 "جان یہ مجھ پر صرف ہم ٹوکی جائیں گے۔ کبے کا مطلب یہ ہے کہ
 آپ تو یہ جانو کہ صرف نکل جانے والے تھے آئے تھے۔"
 "تیر میں ہمارے ساتھ چلو اور لوگ بھی ہوں گے لیکن وہ بھی ضرور
 اٹارے ساتھ ہوں گے۔"

اس میں نکل اور بھی شامل ہوں گے۔ محمود سے پوچھا
 "میں نہیں۔ ایک گاڑی ہمارے ساتھ ہے۔" مگر مجھے ڈانٹا۔
 "میں نے تاکا میں ہمارے ساتھ داتا کی امی سے۔" جو ان سے کہی
 "میں نے وہ داتا اور ملا۔ اس سو سے میں میں اس کی سروسٹ ٹوٹ
 آئے گی۔"

وہ وہ صحت سے آگے۔ یہ صحت تو بہت۔ محمود سے کہتا ہوں
 ایک شخص کے گل سے شروع ہوا تھا۔
 ہم مشید میں پڑا ہوں پرانے گے۔ تو کیا آج کے بعد جان
 ہونے، بھر انہوں نے دیکھو کیجئے ہوئے کہا
 "میں نے پتے سے ہم قصبہ حادہ کی طرف روانہ ہوں۔ پتے سے
 اور راستہ کا ایک بار پھر معائنہ کر لیا جائے۔"

شان بابا جان بابا اس کی کیا ضرورت ہے؟
 "میں وہاں سے۔ جب تک ہمیں یہ خطرہ نہیں ہوگا کہ وہ بھوری
 سہل میں سے۔" صحت تک اس ہم میں ہر گز رگامیانی میں سوئی یہ نکلے دو تو

ہاں بچے سارے قصبے کو گارڈ کا اور ہم اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔
 "تو کیا آپ کے خیال میں محلات کو ختم کرے خود کبر بھوری کیا تھا؟"
 وہ نہیں آیا تھا۔ اس کا کوئی خاص آدمی ضرور آیا تھا اور اگر ہم اس خاص
 آدمی کا سرنگا میں تو یہ بھی بڑی کامیابی ہوگی۔ ہم اس کے در پتے کبر بھوری تک
 پہنچ سکیں گے۔"

پندرہ دن بعد وہ سب شام میں شریعت پہنچ گئے۔ یہاں وہ میں تک
 جماعت میں تھی۔

میں پہنا ہوں، مگر وہ اس سے ایک ایک ٹی۔ انکھوں کے
 شامات تھا۔ وہ میں شریعت کی جگہ پر مٹی لگیوں سے شامات مل جائیں۔
 "میں نے۔" میں نے ایک ساتھ کہا اور آپ کام میں مصروف ہو گئے
 لیکن ایک گھنٹہ کی محنت کے بعد انہوں نے بتایا

"اس گارڈ سے صرف محلات کی لگیوں سے شامات ملے ہیں
 اور پھر میرے ساتھ آؤ۔" میں نے پرانے اور انداز میں کہا۔ اس سب کو
 "میں نے وہاں کے دروازے پر پہنچے۔ یہاں دروازے پر تار لگا ہوا تھا۔
 "میں نے شامات سے اٹھ کر غاری۔ بارے میں پوچھا تو اس نے کہا
 یہ کل نہیں آئے تھے۔ یہ ملک موٹ نہیں آئے۔
 "میں بات ہے۔ تا توڑ اور اس گھر کے بھی چپ چپ سے لگیوں کے
 نکاحات اٹھاؤ۔"

کار شروع ہو گیا۔ ایسے میں شہر مشید پر۔ مکان کی تلاش میں پتے پھر
 رہے تھے۔ محمود فاروقی دروازے حیدر میں تھے۔ وہ پیرا جی تلاش کرتے پھر رہے میں
 یہاں میں بارہوی سے کے ایک گھنٹے کے رہنے میں فاروقی کو وہ ہے کے دوکانی ہونے

پاپ ہے۔ اسے بڑی حرمت ہوئی۔ دونوں پاپ ایک سرے سے مرے ہوئے تھے۔

"حرمت ہے، ہار پی خانے میں لوے کے اس پائوں کا کیا کام۔" وہ بڑبڑایا، پھر کچھ سوچ کر دونوں پاپ لیے اپنے ابا جان کے پاس پہنچے۔ اس وقت محمود اور فردانہ بھی تھیں تھے۔

"ابا جان، ہار پی خانے میں پرو پاپ بٹے ہیں۔ مجھے کے یک ڈبے میں رکھے تھے۔ میں نے ان میں کب پائوں کا دہاں کیا کام۔"

انپنڈر جشیہ پنکھ کر مڑے اور بھراں کے چہرے پر جوش کے آثار نظر آئے۔ انہوں نے جلا کر کہا۔

"وہ مارا نمی کو تو میں تلاش کر پاتا۔"

☆☆

"مئی کیا مطلب، آپ نامی کو تلاش کر رہے تھے۔"

"ہاں، جنہیں وہ آدمی تو یاد ہوگا، جیسے ہم نے نور الدین موہی کی کوٹھی میں داخل ہوئے دیکھا تھا اور محسوس کیا تھا کہ سے کہیں دیکھا ہے۔ میں نے تم لوگوں کو دعوت بھی دی تھی کہ یا کرے کی کوشش کرو، سے کہاں دیکھا ہے، لیکن تم نہ بتائے۔ دراصل وہ شخص عرفان غازی تھا۔ میں نے سے پہلے کے عہد سے پہچانا۔ یہاں وہ میک اپ میں تھا، وہاں میک اپ میں رہا ہوگا۔ اسی لیے جنہیں صرف جانا ہیچو معلوم ہوا۔"

"یہ پاپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"ہاں، اس میں ایک فی صد بھی شک نہیں کہ وہ عرفان غازی تھا۔"

"نہ! لیکن ابا جان، آپ تو بے کے پائوں کو سے سے میں تلاش

کر رہے تھے۔ آپ کو کس طرح معلوم ہو گیا تھا کہ اس گھر میں کسی جگہ وہ ہے کے وہ پاپ بھی موجود ہیں۔"

"اسی کو سرانغ رسائی کہتے ہیں۔ انپنڈر جشیہ مسکرانے "مطلات کے قتل

کی اطلاع ہمیں عرفان غازی سے دی اور میں اس وقت دی، جب اس کے بیار کے مطابق اسے قتل کیا جا رہا تھا۔ میں نے فوج پر حملے سے نکلنے آوار بھی کی تھی، لیکن

ڈاکٹر صاحب سے یہ خیال ظاہر کیا کہ قتل وہ بیج سے از حدی بیج کے درمیان ہوا ہے۔ جب کہ عرفان غازی نے مجھے فوج سے نہیں بے کیا تھا۔ اس وقت ایک دور

مجھے عرفان غازی پر شک ہوا، فرما کر کہ کے ایک عہدے پر سے چسکی تھی۔ میرے

دیس میں وہ مرد بھی جیسے لگا تھا، لیکن اس دونوں میں میں غبار سے سے کھینچنے کے اتنی وئی پڑ سیں ہے۔ عہدے کے پاس جگہ گئی بھی تھی، یہی عہدہ کیا تھا۔

میں سوچنے لگا یہ عرفان غازی قاتل ہے۔ اگر قاتل ہے تو مقتول کے کمرے میں کس طرح پہنچا۔ یہ مئی ٹھڑکی تک نہیں جاتی تھی۔ دونوں مڑیوں پر بھی نہیں لگ سکتی تھی۔

کیونکہ درمیانی حائل زیادہ تھا، بعد اس درمیانی حائل کو پورا کر کے کے لیے عرفان غازی سے بیڑی کے نکلے سروں میں یہ پاپ پھسائے ان میں سوراخ بھی موجود

تھیں۔ یہ مئی کے دونوں ہاتھوں میں بھی سوراخ ہیں۔ اس سے اس کے درمیان نہ

گزر کر انہیں کس دیا ہوگا، تا کہ پاپ نکل نہ جائے، یہ پاپ آگے سے غم کھائے ہوئے بھی ہیں، گویا کھڑکی پر لگ کر کھسک نہیں سکتے۔ اس طرف اس سے بیڑی کو

ٹھڑکی کے ساتھ ری سے باندھ دیا ہوگا، اس طرح وہ حملات کے کمرے میں داخل ہوئے میں کامیاب ہوا۔" یہاں تک کہ کرا انپنڈر جشیہ خاموش ہو گئے۔

"افسوس، تو یہ عرفان غازی اکبر پورانی کا کارکن ہے؟"

"پاکو کارکن ہے، پھر خدا کبر پورانی ہے۔"

”اوہ۔“ ان کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔

یہ کون ہے؟

چہ لمبے تک خاموشی رہی، پھر فرات نے حیرت زدہ انداز میں کہا
 ”کیس لیا جاں، آپ نے اس غبار سے کی، بہت پر روشنی نہیں ڈالی؟“
 ”غبار۔ کو اندر سے گلیا کر کے اگر اس میں ہوا بھری جائے اور پھر اسے
 منہ کے پاس سے دھرف سے پکڑ کر کھینچا جائے تو غبارے میں سے بالکل ایسی آواز
 نکلتی ہے، جیسے کسی کا گلا گھٹ میں ہو اور آواز رحرے میں سے نکل رہی ہو، گویا جوں
 کرتے وقت عرفان عاری ہے وہ غبارہ استہاں کیا تھا اور پھر اسے کھڑکی سے نیچے
 پھینک دیا تھا۔ اس سے سچا ہو گا، بھلا ہم اس غبارے کی طرف کیا دھیما دیں گے۔
 دوسرے یہ کہ بڑھئی کی لمبائی کم سے، لہذا اس پر شک کیا ہی نہیں جائے گا، یکس ڈاکٹر
 نے جرقہ کا وقت بتایا اس کے مطابق میں عرفان عاری پر شک کر سکتا تھا، لہذا میرا
 شک لگتا تھا نہ نہیں ہو، رشتہ کے طور پر یہ دوسرے ہوئے پاپ بھی مل گئے۔ اب
 اس میں ولی شک نہیں رہ گیا کہ حملات کا قاتل عرفان عاری ہے اور عرفان عاری کو
 ہم نو دیں کے سانچی کے ہاں، کچھ چکے ہیں، لہذا سب سے پہلے ہم، ہیں جائیں
 گے۔ اس کے بعد کوئی اور قدم اٹھائیں گے۔“

”بہت خوب، یہ تو معاملہ ہی بالکل صاف ہو گیا۔ اب صرف مجرم کی
 گرفتاری کا مسئلہ رہ گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ، کبہ بھوری کی گرفتاری کا بھی۔“

کیونکہ اصل بحر متہی ہے اور اس کی رتہ دن مست میخ حاکم ثابت ہوگا۔

ہاں اس کی بہت امید ہے۔ چونکہ پچیس سال سے اس شخص نے خود کو چھپا رکھا ہے۔ اس کا مطلب ہے وہ شخص مست نہیں ہے، اپنے دماغ سے کام لے رہا ہے اس وقت قصبہ کا عکس میں عین ہے۔ حالت یہ ہے کہ گرد اور انھوں سے کسی جگہ کے میسر کے لیے ان حکامات حالت میں تو وہ اس حکامات کی طرف توجہ بھی نہیں دے گا۔ ہاں اگر کمر بھرا ہوا کوئی عکس آیا ہو گا اس کی تیس عکسوں پر رہے گا۔

"واقعی حالات بہت نازک ہیں۔" خان رحمان بولے۔

عراقی عمارت کے کمرے سے بھی اگلیوں کے شانات نما ہے۔ بہت سی عکسوں سے اس کے شانات مل گئے۔ سب سے زیادہ کام فہم ہو گیا تھا اور اس قصبہ جاہل کے لیے پروار کا وقت بھی ہو گیا تھا۔ وہاں سے نیر پرست کا رن یا بول دو خصوصیت پر اس سے بھی جانتے تھے۔ لیکن پتہ مشید سے مناسب یا نہیں کیا، کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ وہاں کوئی ایسی طرف آگے نہ آگے ہو۔ دیکھیں۔ انپنک مشید اس وقت تک ان کی طرف سے نہیں ملے۔ سب کو ہوش گمار میں کر لے لے گئے۔ سب سے پہلے پتہ مشید ایک ٹیسی میں بیٹھ بیٹھ بیٹھ کی طرف روانہ ہوئے۔ بھی اس کے "مست میخ" سے ہوا کے کہتے تھے۔ کمرے کے دروازے پر انگ ہوں۔ اس وقت وہ ایک ہی کمرے میں موجود تھے۔ انہوں نے سوایہ نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر خود سے غور کر دیا وہ کھول دیا۔ انہوں نے دیکھا، دروازے میں یک لمبے قد کا آبی کھڑ تھا۔ دروازہ کھلے ہی وہ بھاگ پڑا۔

"میں اس ہوٹل کا میزبان ہوں، مجھے ساروم کہتے ہیں۔" آپ کی خدمت میں یہ عرض کرے آیا ہوں کہ یہ ہوٹل آپ کا اپنا ہے۔ اسے چاہے گھسیں۔ میرے ہر

خدمت کے لیے تیار ہیں۔ انہیں لانے کے لیے ہر کمرے میں ٹھنی کے ٹھن گے ہوئے ہیں۔ ہر دن رات گاؤں کی خدمت کے لیے تیار رہتے ہیں۔ ان کی ذمہ داریاں دینی رہتی ہیں۔ کوئی انھیں پیش آئے تو میری خدمت حاصل کی جا سکتی ہیں۔"

"تمی ہاں، ہمیں آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔" فاروقی بول اٹھا۔ محمود اور فرار نے اسے تیر نظروں سے گھورا مگر اس کی طرف دیکھا تک نہیں۔ ساروم کی طرف دیکھتے ہوئے بولا:

"ہم دراصل آپ چند عمارتوں کی تلاش میں آئے ہیں۔ وہاں قصبہ میں کچھ عمارت چلے آئے تھے وہاں نہیں ملے۔ کیا آپ اس قصبہ میں ہماری مدد کر سکتے ہیں؟"

"یہ تو پوچھیں کا سجاد ہے۔" آپ پوچھیں۔ پوچھتے رہیں۔ انہیں

دو فیہم کریں گے۔ آپ سے اس لیے پوچھ رہی ہیں کہ وہی ہوٹل میں نہیں ہے۔"

"تب بھی وہ میرے ہوٹل سے تو کم نہیں ہے۔ ہوں گے۔ باہر ہی انہیں کوئی ماہر پیش کیا ہوگا۔"

"گویا آپ اس قصبہ میں ہماری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔"

"تمی نہیں میں پوچھیں گے گاؤں میں دیکھ دیکھ کر سکتا" اس

نے ہا۔

"تو پھر آپ تشریف لے رہے ہیں۔ کوئی ضرورت ہوئی تو آپ کو تکلیف پہنچے۔" محمود نے بھنک لیا۔

"بہت بہت شکریہ" اس نے کہا ایک بار پھر جھکا ہوا سر اٹھ کر بول گیا۔
 "یہ کہے کی کیا ضرورت تھی کہ ہمارے کچھ عزیز گم ہو گئے ہیں۔" فرزانہ
 تھملا کر بولی۔

"میں یہ دیکھنا چاہتا تھا۔ یہ شخص کس حد تک ہمارے مدد کر سکتا ہے۔" فاروق
 بولا۔

"سے ہم پر شک ہو جائے گا۔" محمود سے برا سا منہ بنایا۔
 "یہ ضروری نہیں۔ میں نے ایک عام سی بات پوچھی تھی۔" فاروق نے بھی
 بڑھا کر کہا۔

"حالات بہت نازک ہیں۔ ہمیں تھکا رہنا چاہیے۔ خاص طور پر اس
 حالات

محمود کے الفاظ اور سبوں میں وہ گئے، چہرے پر خوف دوڑ گیا۔ رنگ سید
 پڑ گیا۔

☆☆

اسپیکٹر مشید سے ٹیکسی سے نر کر نور دین سوچی کے دروازے پر دستک
 دی۔ ایک منٹ بعد اسی عازم نے دروازہ کھولا اور پھر انہیں ڈونگ روم میں بٹھا کر
 ہٹا گیا۔ تھوڑی دیر بعد نور دین سوچی اندر داخل ہوئے۔ اسپیکٹر مشید اٹھتے ہوئے اے
 "اخبار عالم کے ایڈیٹر بے احمد سے ملے۔ آپ کی شہرت مجھے اس قصبے
 میں پہنچا لائی ہے۔"

"میری شہرت یہ آپ کا کہہ رہے ہیں۔ میں تو ایک سوچی ہوں۔" اس
 نے منہ بنایا۔

"رہے ہوں گے پچیس سال پہلے۔ اب تو آپ جوتوں کے کارخانے کے

مالک ہیں۔" وہ بولے۔
 "جیرے، آپ کی آمد کا مقصد کیا ہے؟" اس نے تاخیر کر کے کہا۔
 پوچھا۔

"آپ سے ترویج لینا چاہتا ہوں۔ اخبار عام میں شائع ہو گا۔" اسوں
 نے کہا۔

"مجھے ایسا کوئی شوق نہیں۔ رہا ہے کتنی ہزار ترویج چھپ چکے ہیں۔"
 "تیس میں آپ کا جو ترویج شائع کروں گا، اس سے آپ کی شہرت
 آسمان سے ہاتھیں کرے لگے گی۔"

"مجھے تعاضد ضرورت نہیں، اپنی شہرت کو آسمان سے ہاتھیں کر دے کی۔" وہ
 بولا۔

"بہت چھا، اگر آپ پسند نہیں کرتے تو میں چھتا ہوں، لیکن دراصل قصور
 کو دیکھیے، کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا ہے؟" اسوں نے جیب سے حقائق
 غار کی تصویر نکالنے ہوئے کہا۔ یہ تصویر اسوں نے ایک آرٹسٹ سے تیار کرائی تھی،
 وہ بھی سید تار۔ تصویر کچھ کر نور دین کی آنکھ میں جھنکے، آواز نمودار ہوئے، پھر
 اس نے کہا

"ایسا مظلوم ہوتا ہے، جیسے اس شخص کو میں نے کہیں دیکھا ہے، کہاں دیکھا
 ہے یہ بالکل آ رہا۔"

"میری بانی فرما کر یاد کرنے کی کوشش کیجیے۔" اسپیکٹر مشید مسکرائے۔

"لیکن آپ اس کے بارے میں مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں۔ آپ
 نے یہ بات کس طرح جان لی کہ اس شخص کا مجھ سے کوئی تعلق ہو سکتا ہے یا میں اس کے
 بارے میں کچھ جانتا ہوں۔"

[illegible]

”بہت بڑا پتہ، میں اس بار سے میں مور رہا گا شاید مجھے پا۔“

نسبت بہتر میں اہل گناہ میں ختم ہو رہی ہے۔ آپ لوگ، علماء،

ساتھ ہیں۔"

”می بجز آپ فکر نہ کریں۔ اس نے کہا۔

اپنے مرید محمدی بیچے کہ عمار غازی ہمارے حب میں نہ داخل
ہو، تھا۔ یہی اس خط میں جس میں دھوکا ہے ہے کہ میں نے بھی میں داخل
ہوئے دیکھا تھا۔

’تم۔ تم یہاں کیوں؟ مجھے چنبھا گویہ“ نور دیسے ۱۰۔ ۶۔

”جی، جی اپنا۔“ اس نے قاپ کر کہا، ”مرا کمرے سے نکل“

”میں کون ہے؟“ اس پر حیدر نے

”اب یہی پاگل شخص ہے۔ ہر وقت ادھر ادھر دارو کھاتا رہتا ہے۔ میرے
 ہاں بھی کھسکا ہے۔ بہت تک میا ہوتا ہے۔“

انگلستان میں تیرت ہوئی۔ لوہے کی موٹی چوڑی ماری کے بارے میں
حکومت کو سوال یہ تھا کہ خراسان سے بھوت کیسے یہ ضرورت تھی۔

”ابھاجتا ہوں میں نے آپ کو ناحق تکلیف دی۔ اب اجازت دیجیے۔“

[illegible]

اسی طرح حیدر نے بے ممکن ہو کر ادھر ادھر دیکھا۔ خوش قسمت سے ایک مجلس
 بتی گھرائی انہوں نے اسے سے راکا اور جلدی سے مٹھتے ہوئے اسے
 اس مجلس نے پیچھے چھوڑے۔ مجھے اس مجلس سے بہت ساری کام ہے، کہیں

وہ نکلے جاوے۔“

پھر میں نے کہا: "جواب دے، آپ لکھ کر دیں۔" اور میں نے کہا: "میں نے لکھ دیا ہے۔"

چاہیے جس جسدِ محمدیؐ کی صورت بھی نہیں۔ اور جیسی نگاہ میں وہی

"جی ہاں۔" اس نے کہا اور لاٹھیاں اٹھائی۔

یہ تو قبیلہ چورہ سنٹ جاری رہا، پھر اگلی جیسی ایک شاخ اور جسم سے مٹا کر
کے سامنے رکھی۔ عرفان غازی اس سے تر اور مکان کے اندر داخل ہوتا۔

"کس گھر، مجھے بھی اسی مکان کے پاس آتا رہیں بہت بہت شکر ہے۔"
انہوں نے مل ادا کیا اور نیچے اتر کر مکان کے دروازے پر پہنچ گئے۔ کھنٹی
کے نشہ پرانی رکھی تھی کہ دروازہ کھل گیا اور عرفان غازی کی صورت نظر آئی۔ جوں
جی اس کی نظر من پر پڑی وہ خوفزدہ ہو گیا۔

"آپ مجھے دیکھ رہا رہے شاید۔" اس نے مزید مسکراتے ہوئے۔

"آپ۔ آپ۔ بھی کتہہ۔"

"ہاں جی، اچھی جی تو میں لوہا دین سوچتا تھا۔ ایک روم میں موجود
تھا۔ آپ بھی وہاں آئے تھے۔ میں ایک جہاز کار چور ہوں۔ آپ سے چند باتیں
رہنا چاہتا ہوں۔"

"وقت بٹھریف لائیے۔" اس نے کاپ کر کہا۔

"وہ اس کے ساتھ ایک کمرے میں آ کر بیٹھ گئے۔ ساتھ ہی انہوں نے اس
کی وہ تصویر نکالی جو امداد سے سے بنائی گئی تھی۔

"اس شخص کو پہچانتے ہیں آپ؟"

اس نے قہر قہر کاہنے ہاتھوں سے تصویر لی۔ اس پر ایک نظر ڈالا اور پھر
کاپ کر بولا۔

"نہیں نہیں صاحب۔ میں اس سے نہیں جانتا۔"

"کمال ہے عرفان غازی صاحب، آپ اپنے آپ کو نہیں پہچانتے
اسپیکٹر جیشید نے مسکراتے ہوئے۔

"جی، کیا مطلب؟" عرفان غازی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ دوسرے ہی لمحے
اس کے ہاتھ میں ہتھوڑا نظر آیا۔ جیسے اس کا ہتھوڑا۔ اس کا ہتھوڑا کی طرح کا پتھر تھا۔

☆☆☆

خوف کا موقع

"کیا ہوا تمہارا ایک سہارا؟" گھوٹوں میں خوف کیوں دوڑ گیا۔
کمرے میں لوگ صحت و صحت کو نظر کر۔ کیا کیوں نہیں، صحتوں و صحتوں سے ڈارنے
و لے سے "تھان" ہاں ہیں ہم۔ دوسرا تو ضرور، کوئی بات ہے، جلدی بتاؤ، میں بہت
پریشان ہو گیا ہوں۔ کچھ ضرور تھا، کیا میں ہے، تم بھی بہت پریشان ہو گئی ہو۔
اور ہو، کہ سے میں سوچ رہی ہو، بہت پریشان ہے، تو یہ ہو، نہ کرے، فاروق
روانی کے عالم میں کتنا چلا گیا۔

"تو۔ ہے، کوئی کچھ کہہ تو نہ سکا، حسب تم اپنی زبان میں کوئی روڑا لگاوا۔"
حرزات سے بھنا رہا

"زبان میں لگائے۔ ہے تو کچھ روڑے، ضرورت ہوگی۔ اور
بھی۔"

"یار خاموش رہو، پہلے یہ۔ جہاں نیچے وہ کہہ کر خوف روہ کیوں ہو گیا
ہے۔" خان رحمان بھٹا اٹھے۔

"نئی بہتر کر رہے ہیں۔ میں ہو جاتا ہوں خاموش، اور نہ آج
میں خاموش رہنے والا نہیں تھا۔"

"فاروق، فاروق، جس۔ یہ سوچو، یہ کہہ کر پراپر

دلکڑے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"اور، فاروق، فاپ کر کہ اور اپنا تک اس کے چہرے پر خوف کے

آواز خراٹے گئے، پھر وہ بولا

"دیکھیے، بالکل ٹھیک، خول دو، خراٹا رہا ہوں؟"

"معلوم ہوتا ہے، اس وقت اس میں حلق کی روح سلول رہی ہے۔ یہ

حضرت نہیں، نہیں گئے، لہذا اس کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ ہاں

معلوم، جلدی بتاؤ، کیا معاذ ہے؟"

"مسٹر ماردم، مجھے ملنے آئے تھے۔" معلوم ہو گیا۔

"دو تو صاف ظاہر ہے۔ وہ یہ معلوم کرے کے لیے آئے تھے کہ میں کسی

قسم کی تکلیف تو نہیں، نہ یہ میرا دور ہے۔

"نئی نہیں، یہ بات ہیں۔ وہ خاص مقصد کے تحت آئے تھے اور اس کا

مقصد پورا ہو گیا ہے۔"

میں اسی وقت دور دور دور دار دار کے ساتھ کھل گیا، میرا روم

دور سے میں کھڑا نظر آیا اس کے پیچھے ہمارے لگے بد معاش صورت آدمی تھے،

پھر وہ اندر داخل ہو گئے، دور دورہ ہوں نے خود سے بد کر کے چلی گئیں

"کون ہو تم لوگ؟"

"اساں یوں نکل، میں سے ٹھیک کہا نا۔" فاروق نے شرح آواز میں

کہا۔

"ہاں، ہم اشرف الملوکات ہیں۔ تمام مخلوقات سے بہتر مخلوق۔" خان

رحمان بولے۔

"میں تم لوگوں کے نام جانتا جانتا ہوں۔"

"نام ہم رجنر میں لکھا چکے ہیں۔ رجنر کھول کر پڑھ لیں، دیکھیں کہ ہم اپنے نام بس ایک ہی بار بتایا کرتے ہیں۔" فاروق بولا۔

"لوگوں کی مرمت کرو۔" سارام اپنے ساتھیوں کی طرف مڑا۔
 "لیکن کس خوشی میں۔ ہمارا تو کچھ بھی نوٹا پھوٹا ہوا نہیں ہے۔ ہمیں مرمت کا اتنا شوق بھی نہیں کہ بلا ضرورت ہی کرنا شروع کر دیں۔" فاروق سے متنبایا۔
 "یا تو تم اپنے اصل نام بتاؤ گے یا مرمت کراؤ گے۔" سارام فرمایا۔
 "میں ہی وقت کرے گا۔" رجنر کی گھنٹی بجی۔ محمود خزانوں کی طرف بھاگا۔

"نمبر دو تم فون نہیں سو گے۔" سارام نے چیخ کر کہا۔

"تو اور کیا سوں گا۔" محمود نے کہا اور ریسیو فون سے نکلتے ہوئے

بولا۔

"بولو یہ میں بول رہا ہوں۔"

"اوہ، کیا عد سے۔" فاروق چبکا۔

"ریسیور سارام و او۔" میں فاروق سے بول رہا ہوں۔" نیچے سے کلرک کی صہلانی ہون اور سالی آئی۔

"اوہ یہ تو واقعی میں نہیں نہیں سکوں گا، سارام فون آپ کا ہے۔"

اس دوران میں سارام اس کے سر پر ہاتھی پٹا تھا۔ اس نے ریسیور ٹیک لیتے سے چھین لیا اور مرنے ہوئی آواز میں بولا

"سارام بول رہا ہوں۔ کیا بات ہے؟"

دوسری طرف سے نہ جانے کیا کہا گیا۔ اس کے چہرے پر جہت اور گہمی، پھر اس نے پھا کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔ اب اس کی نظر اس پر پڑی طرح مگنی تھیں۔

"خیر تو ہے مسٹر سارام، کیا آنکھوں ہی آنکھوں میں ہمیں دکھانے کا ارادہ ہے، لیکن میں آپ کو خبردار کیے دیتا ہوں کہ اس طرح آپ کی آنکھیں بدھنسی کا شکار ہو جائیں گی۔"

"کیا بکواس ہے، درحقیقت نے نہیں، میں نے کہا تھا، اس لوگوں کی مرمت شروع کرو۔" وہ اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر فرمایا۔

وہ چاروں ان کی طرف بڑھے اور دو بڑک کر اور دو ادھر بھاگے۔

"پروویسر نکل، آپ ایک طرف ہو جائیے۔ اس لڑکی میں آپ کو حصہ دینے کی ضرورت نہیں۔ آپ تو اس کو شہید کیجیے گا۔"

"اچھا بھلا،" انہوں نے گہرا کرہا پھر ایک کونے میں بیٹھ گئے۔

محمود فاروق فرار اور جان میں اب چار دستوں میں کھڑے تھے۔ چاروں انہیں مرنے کی طرف ایک ایک کر کے بڑھے۔

مسٹر سارام، اگر اس کے چوتھوں تک مگنی تو ہمیں الزام دینے کا حق ہے۔ گویا جہاد رہا۔

"بہت جلد تم زمین چائے نظر آؤ گے، مگر نہ کرو۔"

نر میں چائے بھی شاید بخارہ ہے۔ ایک تو ہر جگہ اور ہر موڑ پر ہی رہے اور سے سارام نے کہتے ہیں۔" فاروق نے سر ہٹایا۔ اسی وقت اسے ایک رگڑا پٹی تھوڑی کی طرف آٹا دکھائی دیا۔

"نرے باپ دے۔" اس نے بوکھلا کر کہا اور پھرتی سے نیچے بیٹھ گیا۔ نہ صرف بیٹھ گیا بلکہ ہی سر کی پک ٹھاس کے پیٹ میں دے ماری، بس پھر کیا تھا، وہ نہ تے میں الزام سے گرفتاری میں خاں رحمان، اپنے مقابل آئے والے کو ٹھاکر بچ چکے تھے۔ دونوں ایک دوسرے پر گرے۔

کر لے جاتا ہوگا۔"

"لیکن بیڑیاں آپ کے پاس کہاں ہیں؟" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"ہم چاہوں گا انھیں واپس لیں گے، غور نہ کرو۔ مسز بھورانی کے غمروں کے

ساتھ یہاں کوئی رعایت نہیں ہوتی جاتی۔"

"لہذا غور نہ کرو، لیکن ہم مسز بھورانی کا یہ کارڈ ہے۔"

"پتہ مسز بھورانی ہی جانیں۔"

"تو کیا آپ لوگ مسز بھورانی کے ماتحت ہیں؟"

"یہ سارا شہر ان کے ماتحت ہے۔"

"تب تو ہم سب کے ماتحت ہیں۔ ہم، حکومت سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"تم لوگ کہیں سے آگے ہو اس وقت قصبہ حارہ میں موجود ہو تم

چاروں جا کر بیڑیاں لے آؤ۔" پولیس افسر نے مزید اپنے ساتھیوں کو دیکھا۔

"جی ہمت۔" وہ مزید اصرار کر کے سے نکل گئے۔ یہ سب ایک خاموشی

رہی، پھر محمود نے کہا:

"آپہ انکل، یہاں سے چلیں۔ یہاں تو قافلوں نے یہاں تک آگے

نکلنا کامیاب نہیں ہے۔"

"ہاں چلو آئیے، پھر میرا صاحب انھیں جانے دے گا۔"

وہ پھر دیر صاحب کی وجہ سے ہی مجبور تھے، اب تک سب نے جھگڑ

چکا ہوتا تھا لیکن اب جب کہ پولیس افسر کے ساتھی بیڑیاں لینے چلے گئے تھے،

کمرے میں صرف سارو، اس کے ساتھی اور پولیس افسر رہ گئے تھے۔ وہ انکل کی

کوشش دیکھتے تھے، تاہم نہیں یہ جیوں بھی ستارہ تھا کہ اس طرف وہ اپنے

جد ہوجا میں گئے، لیکن پولیس کے قلعے میں جا کر سے یہ بہتر تھا۔

اسیوں سے دروازے کی طرف رخ کیا ہی تھا کہ پولیس افسر نے گرجہ دار

آوار میں کہا

"خبردار، تم سوکھ کر حرکت بھی نہیں کرو گے۔" یہ کہتے ہی اس سے جیب

میں ہاتھ ڈالا۔ وہاں رہاں سے اپنی جگہ سے چلا گیا، لگاں اور اس کے کندھے سے

جاگڑا لے کر اٹھ اٹھا گیا۔ محمود نے پروفیسر کو دیکھا تھا، جڑ اور قریب سے نکل گیا۔

سارو، اس کے ساتھی خاص رہاں کی طرف پہنچے۔

"فاروق! لڑاؤ، تم بھی نکل جاؤ۔"

"لیکن انکل، ہم آپ کو چھوڑ کر کس طرح چلے جائیں۔ محمود پروفیسر انکل

کی وجہ سے مجبور تھا اور اس کی وجہ سے کہ اس کے پاس کے بعد اب ہم خود ہو جانا چاہا

محمود نے کہا ہے۔"

میں کہتا ہوں، نکل جاؤ۔ میں بھی سب لوگوں کو پھرتا رہا ہوں، یہ

میرا حکم ہے۔ حال رہاں کی آواز میرے میں بھر گئی۔

"جی ہمت۔" گریٹ آپ کا حکم ہے تو پھر ہم ضرور تعمیل کریں گے۔

یہ رہ کر فاروق بھی دیر اور ساتھ ہی اس کے ساتھ نکل گیا۔ سارو کے دو

ساتھیوں سے نہیں، اس کی کوشش کی نکل جا رہاں اس سے آگے اور اس

کی مدد سے وہ نکلے میں کامیاب ہو گئے، برآمدے میں دوڑتے ہوئے فاروق سے

دیکھ لگاں

"ہم آپ کا مجھے اتفاق کر رہے ہیں۔"

نہرے میں اس کے کی کوشش نہ کرو، دور یہ لوگ ہمیں گرفتار کرنے

میں کامیاب ہو جائیں گے، خاص رہاں نے جلد آواز میں کہا۔

فاروق اور محمود جب پچھلے دروازے سے باہر نکلے تو محمود دور

پر دھیر دوا دیکھی تھی میں بیٹھ چکے تھے اور جاننا غشی کا تھا کر رہے تھے۔

"پتے آؤ۔" محمود نے آدھ رٹکان۔ دو بجی گھسی میں بیٹھ گئے۔

"انگل نہیں آئے۔"

"اسہوں نے رک کر ہمیں ٹکے کا موقع دیا ہے اور اب خود تلے ن کوشش

میں ہوں گے۔ جس ان کا حکم یہ ہے کہ ہم ن کا نکارت کریں۔"

"اس صورت میں ہم آپس میں کس طرح کھنے ہو سکیں گے۔" محمود۔

الہ کر کہا۔

"یہ بعد میں دیکھا جائے گا۔"

"تو پھر ضرور، میں یہاں بوٹی اٹھا کر دوں۔" یہ کہہ کر محمود نے جیب سے

رو مال نکال اور اس پر پھاڑوں کا نشان بنا کر ہوٹل سے دروازے کے قریب آدیا اور

گھسی ڈرائیور سے بولا

"سرحدی پھاڑوں کی طرف چلیے۔"

"جی اچھا۔" اس نے کہا اور گھسی چل پڑی۔

"ارے ہاں، وہ بات تو وہی گئی۔ محمود ساروم کے کمرے میں داخل

ہونے سے پہلے تم کس ج سے خوف زدہ ہوئے تھے؟"

"دروازے پر سیاہ رنگ کا ایک غش لٹا کر چپکا دیکھ کر۔ وہ کوٹ سے ش

ہوتا ہوا تھا اور ایسا آلہ ہم پہلے بھی کئی بار دیکھ چکے ہیں۔ یہ آدھریں سننے کا آلہ تھا، گویا

ساروم وہ آلہ چپکانے ہی دہرا آیا تھا۔ اس کی آمد سے پہلے میں سے وہ آدھریں

دیکھ تھا اس سے میں خوف زدہ ہو گیا تھا، جس اس سے پہلے کہ میں صہیں اس غش کے

دارے میں تھاسکا، اور ہم اپنے چھڑکی کوئی تدبیر کر سکتے وہ اندر داخل ہو چکا تھا۔"

"اب وہ لیکن اب انگل۔"

فرزات کے لقا درمیان میں رہ گئے۔ اس کے چہرے پر پریشانی کے

آدھریں گئے، پھر اس نے جڑوانے کے اعلان میں کہا

"ہر انتہا تب کیا جا رہا ہے۔"

☆☆☆

اور وہ باہر سے بند کر دیا گیا تھا، مگر یاد اب اس مکان میں مقننوں کے ساتھ بند ہو چکے تھے۔ وہ ایک چلنے اور عرفان غاری کے پاس آئے۔ اس میں ابھی جاں بقی تھی۔ کوئی پیشانی کے عین درمیان میں نہیں لگی تھی، بلکہ ایک طرف سے ہو کر گر گئی تھی۔ وہ تیزی سے اس پر گئے اور بولے

”عرقان غاری جلدی بتاؤ، تم پر کوئی کون چلا سکتا ہے۔ اکبر بھورانی اس سے کیا تم بتاؤ گے؟“

اس نے تکلیف دہ انداز میں ان کی طرف ہنسی پھینکی۔ ”اے اے۔۔۔“

پھر لڑائی میں سر ہلاتے ہوئے بولا:

”قن نہیں۔۔۔ اس میں نہیں جاتا۔“

ان لفظ کے ساتھ میں اس کی تڑپ اٹھ گئی، درحکم نہ کت ہو پنا
اپنے حشید اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے ایک نظر کر۔۔۔ وہ کمرے کی جگہ اس پر
ڈالی، پھر کچھ خیال آئے پر جھک کر عرفان غاری کی تلاش کی، لیکن میسوں سے کوئی بھی
کام کی چیز نہ مل سکی۔ سب انہوں نے پارے مکان کی تلاش کی۔ اپنا تک نہیں پاؤں۔
عرفان غاری کے منہ سے آخری لفظ مانا، اجلاس ٹکے تھے۔ اس کے بعد اجلاس
کہنے سے کیا سراو تھی، اس نے کہا تھا کہ سب لوگ یہ بات جانتے ہیں، نور الدین موہنی
اکبر بھورانی نہیں ہو سکتا، کیونکہ مانا اجلاس اس سے آگے وہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔
آخر وہ کیا کہنا چاہتا تھا۔ کیا ان لوگوں کا کوئی مانا اجلاس بھی سنا ہے اور اس مانا
اجلاس میں کبر بھورانی خود موجود ہوتا ہے، باقی سب کبر اس کے سامنے موجود ہوتے
ہیں اور ان سب میں نور الدین موہنی بھی ہوتا ہے، اس لیے عرفان غاری یہ کہنا چاہتا تھا
کہ نور الدین موہنی اکبر بھورانی نہیں ہو سکتا، ضرور یہی کہنا چاہتا تھا۔ اور اس کا مطلب
ہے، مانا اجلاس کے بارے میں نور الدین موہنی سے معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔

مجھے جو اس کے پاس پہنچی جانا چاہیے۔ یہ سوچ کر وہ ایک بار پھر بے حیائی میں صدر
اور اس کے کی طرف بڑھے، لیکن نہیں خیال آیا کہ صدر دروازے تو قائل بند کر گیا
ہے۔ اب وہ مکان کی چھت پر پہنچے۔ عین اسی وقت انہوں نے پولیس کی بیٹریوں کی
آوازیں نہیں دور پھر کئی جھپکیں رکنے کی ”دور آلی۔ اب انہیں جلد راجہ اس مکان سے
لگنا تھا۔ انہوں نے منہ پر کا چاروں طرف سے جائزہ لیا، لیکن کسی طرف سے بھی نظر
کارا نہ نظر آیا۔ اسی وقت انہوں نے لاؤڈ اسپیکر پر آواز سنی۔

”اس مکان کے اندر نہ کوئی بھی ہے، اور اس ہاتھ سے بند کیے ہمارے کل
آئے۔ اور۔۔۔ اس کے ساتھ بہت برا سلوک کیا جائے گا۔“ یہ لفظ اور کرنے کے بعد
خاموشی چھا گئی۔

وہ سچے لگے، اب کیا کریں۔ پولیس تو اب اس طور قائل کر رہی تھی کہ
پناہ اس میں بھی تھی۔ قائل سے رخصت ہوتے وقت صدر پولیس کو اطلاع دی تھی کہ
اس مکان میں ایک شخص قتل کر دیا گیا ہے اور قائل بھی تک اندر موجود ہے۔ آخر وہ
اب پاؤں پیچے اترے اور صدر دروازے کے بائیں طرف پائیں ہال میں گھس
گئے۔ یہاں ”لچے“ اور ”چمے“ اور تھکے رشتہ موجود تھے، جو مکان کی چار دیواری سے
”لچے چلے“ تھے۔ انہوں نے پچھلے حصے کے ایک درخت کو پسند کیا اور اس پر چڑھ
گئے۔ دوسری طرف لاؤڈ اسپیکر پر بار بار ”مکی دی چاری تھی۔ انہوں نے اس طرف
توجہ نہ دی۔ اور پھر پراثر گئے۔ اسی وقت انہوں نے سنا

”چلو، اندر داخل ہو جاؤ، جوں ہی وہ سامنے آئے، کوئی مار دینا۔“

”مکی بھتر۔“

دروازہ کھٹکے کی آواز سنائی دی اور وہ ایک درخت پر چڑھ گئے، مگر مناسب
فاصلے سے چھٹکے لگا دی۔ اس قسم کی چھٹکے لگانا ان کے لیے معمول کی بات تھی۔

دوسری طرف زمین سخت تھی، ان کے گرنے سے آوارہ بھری کسی سے فوراً چٹ کر گیا۔
 "شاید وہ کھلی طرف کو گیا۔"

اس الفاظ کے ساتھ ہی انہوں نے دوڑ لگا دی اور گیوں ہی گیوں میں کھینے پٹ گئے۔ وہ پچھلے بٹھارہ سے تھک سوں کی آوازیں رہے تھے میں ص دور سے دیکھ رہی تھی۔ یہاں پہنچتے تھے آخر وہ سوں کی آواز بہت چھپ چکی۔ ان کے پاس ایک کالی گلی میں روڑ کی جھلک دکھائی دی۔ وہاں سے آگے۔ اور وہ ایک سی ٹیکس گاڑی میں تھا۔ وہ ایک ہارٹی سوار نظر آئی۔ اسوں سے آواز دے کر ہٹا دیا۔ گاڑی نے پھرتے پھرتے بڑھ گئی۔ پھر رستہ بدل گیا۔

میرا پیٹ بابت ہے۔

مجھے اہل کمر جانا ہے۔ یہاں ہوا ہوں۔ اور دور تک وہی ٹیکس

سوں۔

بھول گئیں یہاں سے کافی دور سے اور میں نے طرف جا چکی ہیں۔ وہ تمام میں آپ کو کسی توجہ سے جاسکتا ہوں، جہاں سے تھیں وہاں سے۔

"مجھے ایک ٹیکس۔ انہوں نے اطمینان کا سانس دیا۔

آج کچھ گھنٹے بعد وہ بھول گئیں کے ساتھ سے اترے۔ اسوں سے ریس اور وہ بھی ہر طرف پریس ہی پریس تھی۔ ان کی چھٹی جس سے نہیں جھٹکا کر دیا۔ چنکات کر وہ پچھلے آواز سے پر پچھے۔ ان کی نظر ایک روڈ پر پڑی، وہ پتہ تک گئے، اس روڈ کو بھی طرح پرچہ سے تھے۔ پورے کچھ اور وہ مال تھا، جب میں رتھ مارا۔ پھر اندر داخل ہوئے اور پر پچھے۔ یہی وقت سوں سے ایک پیادہ مارا۔ منظر، رتھ مارا۔ ان روڈ تک پہنچی۔ پندرہ سو۔ پولیس والے مل کر جاں رسوں کو خیر۔ میں یہاں ہوئے تھے اور ان پر کچھ برسا رہا تھے اور وہ آویٹھڑے تھوڑا دیر سے تھے ان

میں ایک تو لیجے کہ آویٹھڑا تھا، دوسرا ایک پولیس افسر۔ ان کا خور کھار تو سوں سے بلٹا ہوا تھا۔

"یہ کیا علم ہو رہا ہے؟"

خوش حال۔ یہاں تک ان کی آواز پہنچی تھی، لیکن اس وقت تک وہ اہل بے ہوش تھے۔ سوں سے بھی کسی محسوس سے ان کی طرف نہیں دیکھا۔ وہاں سے پاس۔

بے ہوش نہ ہو چکا تھا۔ میں اس لوگوں سے اس ذاتی قابو میں کہ قریبی۔ محسوس سے ان سے مرمت ہوتے دیکھ گئے۔

"کون ہو تم؟" پولیس افسر نے پوچھا کہ

اپنے مشید۔ میرے تو وہی جواب۔ اب، ایک ہی پتہ، کچھ کالی اور میں اس سے قریب جا گیا۔ ساتھ ہی اس کی بھاری پھر پھر مٹا کا۔ اب سوں سے۔

بے خوف اور عالم سوں مجھے اپنے مشید کہتے ہیں۔

ان کا خط سے ساتھ ہی اس کے ہاتھ کھلی دی تھی۔ چلتے گئے پولیس اسوں سے ایک ہی گھیرے میں سے یہاں کے ساتھ ہی، ہی سلوک کرنا چاہو۔ ان میں سے ساتھ کرتے رہے تھے لیکن یہ اتنا آسان نہیں تھا۔ انہیں بے ہوش گئے۔ وہ کھلی دیکھا اسوں پر پتہ تو ڈاؤن کر رہا ہے۔

انہوں میں وہ بھوش میں تو ہو، سرک رہا ہو، کچھ چلے جاوے۔ اور کچھ اسوں سے تک سب کو اچھوڑ کر وہاں سے۔ ساتھ میں۔

ساتھ ہی اسوں سے محسوس کیا، لمبا آویٹھڑا۔ وہاں سے۔ وہاں سے۔ رتھ سے نکل کر سوں نے اس کا بھی حرکت پر پتہ دیا۔

ہوئے۔

”خبردار تم میں سے کوئی ذبیحہ کا رخ بھی نہیں کرے گا اور نہ پہلے اس کی شامت اسے آویز چکی۔“

کانشیل راتر کرے گئے۔ حاس رحمان سرک کر دیوار تک چلے گئے۔ دھرم کل نکھوں سے انہوں نے کانشیلوں کو گرنے دیکھا اور پھر ان کے چہرے پر یک دیش مسکراہٹ پھیل گئی۔

”اپنا تک پر میں اسمرنے لیے پتہ پتہ سی سنا شروع کر دی گویا وہ اپنے اور ہاتھوں کو چار ہاتھ۔“

”جوشید باب یہاں سے ہٹا کر چلو۔“

”نہیں دوست! میں اس سے کچھ نہیں کر سکتا۔“

”اس نے اور ساتھی کو پر پکڑنے کا حکم دیا ہے۔ اسے لوگوں سے تم تھم کر نہیں لے سکو گے۔ میرا حوزہ جو دکھ رہا تھا۔ اس دوزخ میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکوں گا۔“

”تو پھر اس کی آساں زینت کیسے یہ ہے کہ یہ بند کر دو۔ اس طرح توئی اور نہیں آسکے گا۔ اس جب یہ سب ٹوٹ جائے گا تو اس وقت ہم سب وہاں سے نکلنے کی کوشش کریں گے۔“

”ابھی۔“ اس رحمان نے نہ تک وہ جانتے تھے، اپنی مشید کے سر پر خد سہر ہو چکی ہے اور اب انہیں کوئی نہیں رکھ سکتا۔ وہ آہستہ آہستہ اٹھے اور پھر رہنے کی طرف چلے گئے۔ جلدی سہوں سے بے شمار قدموں کی آواز سی۔ وہ دوگ بڑھیاں چہرے سے تھیں۔ وہ جلدی سے رہنے تک پٹپٹے اور دروازہ بند کر کے چھٹی لگا دی۔

اور اپنی مشید کے ہاتھ ای تیری سے چل رہے تھے۔ دو کسی کا دربار پر روک رہے تھے۔ ہوں گے تھا جیسے اس کی ٹھوڑیوں پر ٹکوں کی بارش ہو رہی ہو۔

”بہ اس کرو مشید وہ ٹوٹ دروازہ توڑے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس کام میں جیسے رہا وہ نہیں لگے گی۔“ خاں رحمان نے پریشان ہو رہا تھا۔

”کوئی پروا نہیں، ہم جا میں گے۔ لوگوں کے کرے۔ سہ بعد میں۔“ وہ ہوئے۔

”لیکن مشید، ہم کس طرح جا میں گے۔ ذبیحہ کا رستہ تو یہاں ہے۔“ ہم چست پر چڑھ جائیں گے۔ ہنگامی حالات۔ سہ اوپر ہوں رستہ ضرور نکال دیا گیا ہو گا۔“ انہوں نے کہا۔

”ف جوشید، تم ٹھہرے کو آواز دے رہے ہو۔ خد سے پار آ جاؤ، ان لوگوں سے نظام ہم پر بھی لے سکتے ہیں۔“ خاں رحمان ٹھہر گئے۔

”نہیں حال رحمان میرا حق کھول رہا ہے اور اس کا کھولا اس وقت تک نہیں ر کے گا جب تک یہ سب ٹوٹ کرش پر نہیں لیٹ جائیں گے۔ اسوں سے پائو لیٹ میں کہا ہو حال رحمان حاشوش رہ گئے۔ دوں کی طبیعت سے ابھی طرح واقف تھے۔ چاک انہوں نے کہا۔

”دروازہ اب نونے ہی دنا ہے۔“

”اور یہ ٹوٹ بھی گرنے ہی دے ہیں۔ صرف تم ہی تو رہ گئے ہیں۔“ یہ کہتے ہوئے اسوں سے اور بھی تیزی سے ہاتھوں کو گردش دی۔ آں کی میں وہ تم بھی کر گئے۔ پ ان میں سے کوئی بھی اپنے پیروں پر کھڑا نہیں رہ گیا۔

”آؤ خاں رحمان، اب چلیں۔“ یہ کہہ کر انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑا۔

چھت تک سے جانے والی بیڑیوں پر چڑھتے چلے گئے۔ اسی وقت انہوں نے
رواں دھڑے کی آواز سنی۔

چھت سے اٹھنے والے کی ایک بیڑی چلنے لگی۔ چھت سے اٹھنے والے کی ایک بیڑی چلنے لگی۔ چھت سے اٹھنے والے کی ایک بیڑی چلنے لگی۔ چھت سے اٹھنے والے کی ایک بیڑی چلنے لگی۔

دیکھا۔

اب انہیں یہ چار سوتوں سے سلیوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں اور
وہ ہر آواز پر غور کر رہے تھے کہ کس کس سے ملنے والی آواز ہے۔
"مشید، ہم سے سارے شہر کی پولیس کو اپنا دشمن بنالیا ہے۔ راجہ محمود،
خاروق، فروراد اور پرمیہر وہاں کے بارے میں ہمیں پتہ چل گیا ہے کہ وہ کہاں ہیں۔
ان حالات میں ہم کیا کریں گے۔"

"فکر کرو، سب تک پہنچنا ہوا مشکل ہے۔ تم جیسے لوگ۔" انہوں نے مسکرا
کر کہا۔

"کیسے؟" حان رحمان بولے۔
"وہ جانتے ہوئے چاہیے وہاں کون سے گھر ہیں اور کون سا مال ہے۔ ہمیں
مردود شہر سے لے گا۔ اب تو ہمیں کون سا مال ہے جسے ہم لے سکیں گے کہ وہاں
گئے ہوں گے۔ لیکن ہمیں پہلے پتہ چنا ہوا چاہیے۔"

"مشید تم بھی عجیب ہو۔ چاروں طرف پولیس کی طرف سے تلاش میں ہوا ہے۔
ہے وہ تم پر سننے کے مواقع ہو کر ہو گیا تھا۔ پہلے کسی طرح ان لوگوں سے نجات تو

حاصل کرو۔"

یہ کیا مشکل ہے یہ دیکھو، میں پتا ایک اپنا تم کر رہا ہوں اور ایک نئی
تبدیلی پیدا کر رہا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے اٹھ کر چلے گئے اور حیب
میں وہ چلے گئے۔ اس میں ڈال دی۔ ساتھ ہی اس کا ایک گال تھوڑے سے نیچے جا رہا ہے۔
آواز میں اس کے چہرے میں حیرت انگیز تبدیلی آ گئی۔ حان رحمان کے سر
پر ہاتھ رکھتے ہوئے۔

"ہم سے کمال ہے۔"

"تم بھی جی کر رہا ہو۔ سوچیں تار حیب میں رہا ہے۔"
نہیں یہ۔ پاس وہ چلے گئے۔ حان رحمان نے حیرت سے منہ میں ڈال دی ہے۔ "حان
رحمان بولے۔

"فکر کرو، وہ چھت میں ہوں گا۔"

ایک منہ بعد حان کے چہرے میں بھی تبدیلی آ گئی تھی۔

اس نے اوڑھے کی صورت میں۔ "وہ تک پہنچیں۔"

ایک پر نہیں بڑک پڑا تو پس اسے پوچھنا پڑا کہ۔

"ہمیں یہ گئے۔ آواز۔" اوڑھے کی سے لال کر بڑک پڑا کہ۔ "اور
پتہ چلے۔" حان رحمان نے دیکھا کہ وہ ان کی طرف بڑھ گئے۔

"یہ کیا تم تو خود ہی ان کی طرف جا رہے ہو۔"

ان کی فوج ہے۔ ان سے پہلے کا۔ وہ ہماری طرف۔ کچھ ہی دیر میں
پہنچ دیں گے۔

وہ۔

"ہو بھی نہیں۔ پولیس والے ان کے قریب سے گزر گئے۔ انہوں نے

س کی طرف دیکھنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی۔

”کیوں کسی ترکیب پر تکیہ؟“

”کمار کی۔ اس وقت تو تم سے مراد انہ کو بھی“ دہاتھ جیسے چھوڑ دیا۔

مسکرائے۔

”اب ہمیں کوئی چیلن چاہیے چاہیے۔ اس کے بعد ہم اس رومال و

دیکھیں گے۔“

پانچ سب تک چلتے رہنے کے بعد سب ایک ہی جگہ ٹپکی ٹپکی۔ اس میں

چیلنے کے بعد انکے جیسے ہوئے۔

”اور لوگ ضرور یہ بھی پہچانیں گی کہ اس کی طرف سے ہوں گے اب میں

روماں کا ہوں۔“ یہ کہہ کر اسوں نے جیب میں ہاتھ ڈالے اور رومال نکال لیا۔ پھر اس

پر نئی تصویر کو دیکھ کر مسکرا دیے۔

”تو کچھ لو، میرا خیال بالکل درست تھا۔“

خانہ رومال نے رومال لے کر دیکھا اور پہچانی کی شکل دیکھ کر تھک گیا۔

کے۔ اسی وقت انکے جیسے ہوئے۔

”جیسے ہم ابھی اس کی طرف نہیں جا رہے۔ ڈراما جو صاحب۔ آپ کو

نور دینا ہوگی کی کوئی کسے ہمارے میں معلوم ہے؟“

”جی ہاں، انہیں کون نہیں جانتا۔“

”تو پھر میری فرما کر میں وہاں لے چکے۔“

”جی ہاں۔“ اس نے کہا اور جیسے سوز دی۔

کئی پولیس پارٹیاں ان کے قریب سے گزریں، کچھ جیسے بھی گئی۔

لیکن چونکہ ان کی جیسے نہایت پر سکون انداز سے اور آہستہ رفتار سے چل رہی تھی

سب کسی سے انہیں روکنے کی کوشش نہیں کی۔ ہاں پولیس والے ان پر نظر ضرور ڈالتے
رہے۔ آخر وہ وہیں پہنچی تو کئی لے سائے ختم ہو گئے۔

”آپ کو یہاں کچھ دیر انتظار کرنا ہوگا۔ اس ہمیں اس سے چند باتیں کرنا
ہیں۔“

”کوئی بات نہیں جناب۔ اس سے خوش عارف ہو چکے ہیں۔“

اسپلا مشید اس سے اس سے بیٹے گئے، انکے سے اس پر انگلی دکھائی۔

☆☆☆

دولت کے دروازے

ہمیں نے چنگ کر بیچ دیا۔ درویش کی ایک کار میں آئی تھی۔
 "اس میں پولیس کے آئی تو نظر نہیں آتے۔" کاروائی بولا۔
 "نہیں، ہو سکتا ہے۔ اس کار میں اکبر بھرتی کے آئی ہوں۔" محمود نے

کہا۔

"اور، اس صورت میں انہیں فوج دینا بہت ضروری ہے، ورنہ یہ ہمارے
 بچے پہاڑوں تک پہنچ جائیں گے اور ہمارے زخمیوں کی طرف جانا بہت ضروری ہے۔
 کیونکہ اہل جاں اور اہل خانہ رہاں بھی اس کا ہی رخ کریں گے۔" فرار بولا۔
 "تو ٹھیک ہے، ان لوگوں سے بچ چکا ہے۔ کیا مشکل ہے، جب کہ تم
 ہمارے ساتھ ہو۔" کاروائی نے شرمیلے میں کہا۔

"کیا مطلب؟" فرار نے اسے گھولا۔

"میرا مطلب ہے، تم ترکیب بتاؤ۔ ہم اسی ترکیب پر عمل کر کے اس

سے بچا چکا ہے۔"

"ہوں بہت تو ٹھیک ہے۔" محمود مسکرایا

"مخفی جو کچھ کرنا ہے، دراجلدی کرو اور روکار کافی مزد یک آجکی ہے۔"
 پر امیر داؤد کھیرا کر رہے۔

"ڈار نیو صاحب، ٹیکسی اچانک کسی سڑک پر سوز کر روک دیجیے۔ یہ وہاں
 آپ کا رہیے۔" فرار نے بولی، ساتھ ہی اس نے سیب سے دس دس روپے کے نوٹ
 بگل سیب کی طرف بڑھا دیے۔

"شکریہ، بک منٹ بعد آگے چل کر ہائیں طرف ایک ٹنگ سڑک؟ نے
 وہاں ہے، میں اس پر سوار ہوں گا، آپ مجھے ترکروں گا، پیچھے گا۔ سڑک کی ٹنگ ہے
 کہ دوسری کار میں گزرتی۔ میں جیسے گل سے لٹالے کے لیے ایک کرنا شروع کروں
 گا۔ اس طرح وہ لوگ آپ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"بھئی واہ، یہ ہوئی ترکیب، اس کے مقابلے میں فرار نے کی ترکیب تو
 بالکل پس پھٹی رہی۔"

"تم تو یہ بھی نہ تائے۔"

"میرا کام ہوتا ہے۔" اس نے کہا۔

"میں اس شروع نہ ہو جاؤں۔ ابھی میں پہاڑوں تک بھی پہنچتا ہے۔"

"اور میں چکراٹ کر اس گلی کے دوسرے سرے پر پہنچ جاؤں گا۔ آپ
 میرا انتظار کیجیے گا۔" ڈار نیو نے کہا۔

"واہ، آپ جیسے ڈار نیو بھی نہیں بہت کم ہی ملے ہوں گے۔" محمود بولا۔

"لیکن سوال یہ ہے کہ آپ ہم پر اتنے مہربان کیوں ہیں؟" اچانک

فرار بولی۔

"کار میں صرف، کبر بھرتی کے آئی استعمال کرتے ہیں اور میں اس

نقص سے مرمت کرتا ہوں۔"

”علیٰ بیگم کو۔“ محمود خیر الہ جو کہ وہاں۔

”بتادوں گا غمیر۔ اس وقت تو آپ ترے کے سے تیار ہو جائیں گے۔“

اس کے ان الفاظ کے ساتھ ہی قہقہے مڑ گئی، پھر اسے رو رو کر یہ کہہ لگا۔
 اچھوں سے دور لے کر کھولے اور ہا۔ کھل گئے۔ ا۔ دو گلی کے اوپر سے۔ یہ سب کھٹ
 دوڑ رہے تھے اور قہقہے مڑ گئی تھی۔ یہ تھے اہل جاری تھی۔ ان وقت اچھوں سے
 رو رو کر دو اور بار بار سنا۔ قاتل مار دیا۔ اسے قہقہے سے یہ بھارت سے تھے

انہوں نے دوڑ لگا دی۔ یہی منٹ بعد ہی وہ سڑک پر تھے۔ جیسے ہی ان کی پہچان ہوئی، انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ انہوں نے سڑک کی ایک سڑک پر تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ اس میں چار فٹنگ تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ان کے پاس سے تھے کہ وہ سڑک کے ہیں، یہ وہی ہیں جو پہلے تھے کہ وہ سڑک کے ہیں۔ انہوں نے دیکھا کہ ان کے پاس سے تھے کہ وہ سڑک کے ہیں، یہ وہی ہیں جو پہلے تھے کہ وہ سڑک کے ہیں۔

آپ سب کو یہ باتیں کہیں اور چھٹی اور چوتھیں کتاب پر چلے جائے۔ ”پروہیرواد“ ہے۔

”بھی نہیں پر نقل سوسنا ہے۔ عجزوں میں سے یک دہا، سے
اتر گئے ہوں اور رنگ دہی موجود ہوں۔“ فرزانہ نے کہا۔

تین مہینے تک ٹھہرے کے بعد سفر سبوں نے مرزا کا روتا یہ دیکھی،
مرزا کے کنارے موجود تھی۔

"آئیں جی! کہاں رہ گئے تھے؟" س نے حوش ہو کر کہا۔

”یہ کئی برس پہلے ہوئے تھے، ایک دن ہمیں، دیکھنے کے لیے کئی کارخانہ بھی
 دیکھنے گئے۔“

”اوشمنوں طرف چلے گئے ہیں۔ سب ہم تھارت ازمیناس سے پہاڑیوں کی طرف جاسکتے ہیں، بیٹھ جائیں۔“

دو ٹہنی میں بیٹھ گئے۔ سر پر شروع آویزا۔ پانچ منٹ تک پچھل طرف کا
 دیکھ کے بعد انہیں اٹھیں ہو گیا کہ اب کوئی کار کا تقابہ میں کرے۔

اساتذہ اراکیر صاحب - کتاب احکامات - میرا مطلب ہے کہ آپ
اکبر بھرائی سے نفرت کیوں کرتے ہیں؟

اس ہے کہ میں سینکڑوں دریا بہاؤں کا گھر ہوں۔ اسی طرح میں بھی
جہت میں ترقی کا کاروبار کرتا ہوں۔

۱۱۱۔ اے میرے ایک، ۱۱۱۔

☆☆

خواریاں مچتی رہیں گی اعلیٰ و نفلوں سے وسیعہ پھیلے اور تہہ آئے
 تھے اور پیکر آپ میں تھے، پیچھے میں تبدیلی، دوہل تھی اور حار رہاں بھی ر کے
 ساتھ تھے۔

”کیا بات ہے تم لوگ کون ہو؟“

”جہ بات ہم اس وقت بتائیں گے، جب آپ آرائنگ روم کا دروازہ
 کر لیں گے، بہت ہی عاصی بات ہے۔ اسٹیلٹو خمشیدار دروازہ لٹنے میں پوسلے۔

"کیا مطلب؟" "خود میں سوچتی چلا۔"

”مطلب بھی بعد میں جا ئیں گے۔“

”تم لوگ آخر کون؟“ اس نے بھٹا کر کہا۔

”مرفاں عاری دار، چاکا ہے، لیکن مرنے سے پہلے وہ ہمیں ایک بات بتا چکا ہے۔ بکتر ہوگا، ہر روز بندہ کر کے سن لیں۔“

”کون مرفاں عاری، میں اس نام کے کسی آدمی کو نہیں جانتا۔“ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

”نہیں جانتے ہوں گے، لیکن اس آدمی کو ضرور جانتے ہیں۔ جو پاگل سے اور کلا آپ کی ٹوٹی میں بھی ٹکس آتا ہے، تھوڑی دیر پہلے ہی تو میرے سامنے اسے نکل جانے کا حکم دیا تھا۔“

”کیا؟“ وہ جو کھل اس ”یا تم اسپیکر جمشید ہو؟“

”دور تو لیا آپ کو میرے بارے میں معلوم ہو چکا ہے۔ بہت تیرے ظہر ہے، آپ کی دور آپ کے آئینوں کی۔ میرا آپ دروازہ بند نہیں کر سکتے تو کسی ہمیں یہ بات معلوم ہو گئی ہے کہ آپ کمر بھورانی کے سامنے آدمی ہیں اور وہ کہتے ہیں رک گئے۔“

”اور کیا؟“ اس نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔

”اب دروازہ ہم خود بند کریں گے۔“ یہ کہہ کر انہوں نے جب سے ہستوں

نکال لیا اور خان رحمان سے بولے۔

”دور وارہ بند کر دو حارس رحمان۔“

”جی بات ہے۔“ انہوں نے کہا اور ساتھ کر دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

”خان رحمان، ہوٹل میں جس پوئیس دونوں نے تم پر ظلم کیا، اس ظلم میں اس

مفصص کا بھی ہاتھ تھا۔ اسی کے حکم پر پولیس حرکت میں آئی تھی۔“

”کوہ۔“ خان رحمان کے منہ سے نکلا۔

”اگر تم اس سے ان ریادتوں کا انتقام لو تو مجھے بہت خوشی ہوگی خان رحمان۔“ وہ عجیب سے انداز میں بولے۔

”تم لوگ پتلا سوت لو آؤ ردے ردے ہو۔“ نور دین ہو پکی فرمایا۔

”ہاں، یہ ٹھیک ہے۔ یہ ہماری پرانی عادت ہے۔ خان رحمان، تم حرکت میں نہیں آئے، اگر کمزوری محسوس کر رہے ہو تو یہ ہسپتال تم تمام لوگ تیار سے مجھے کا کام میں کیجہ جاتوں۔“

”ہاں، مشید میری، مات اچھی نہیں ہے، جو زور دکر رہا ہے۔“

”تو پھر یہ ہسپتال پکڑو اور دیکھتے رہو، میں اس کے ساتھ کیا کرتا ہوں۔“ یہ کہہ کر انہوں نے ہسپتال اس کی طرف بڑھا دیا۔ اسی وقت ایک خاڑ ہوا اور خان رحمان نے ہاتھ سے ہستوں نکل گیا۔ ہسپتال پکڑنے سے پتھر میں ان سے کوئی تباہی ہو گئی تھی۔ انہوں نے دیکھا، سوچے سے فائدہ اٹھا کر نور دین بھی ہستوں نکال چکا تھا۔

”کب کیا خیال ہے؟“ وہ مٹھریا انداز میں بولا۔

”اے ہی تو پیسے تھا۔ تھری مرمت ضرور ہوگی، دور یہ تم رہاں کس طرح کھولو گے۔“

”تم میری رہاں کھولنے آئے ہو۔“ اس نے فہم کر کہا۔

”ہاں، ہم یہ جانتا چاہتے ہیں کہ اکبر بھورانی کا ماہانہ اجلاس کس جگہ

ہوتا ہے۔“

”بہت خوب، تو مرفاں عاری تمہیں مرنے سے پہلے یہ بات بتا چکا ہے

کہ تمہارا ماہانہ اجلاس بھی ہوتا ہے، خیر تم یہ راز دوسروں کو بتانے کے لیے زبردستی نہیں

رہو گے۔“ ان لفظ کے ساتھ ہی اس نے فریگر دھا دیا۔ اسپیکر جمشید نے اپنی جگہ سے

چھٹانک نکالی۔ خان رحمان فہم پر لڑا حاکم گئے۔ ساتھ ہی اسپیکر جمشید کے پاؤں کی

"اجلاس، قارئین! میں ہوتا ہے۔ یہ قصبے کے ٹھکانے پر ایک بہت
 بڑی عمارت ہے۔ آج اس نے بنا دیا۔
 "نور پور" کی ہے؟
 "وفا حاکم کی۔ یہ بھی اکبر بھور کی جماعت کا ہی ہے۔"
 "نور اکبر بھور کی باقاعدہ جماعت ہے؟" ہوں یہ پوچھا۔
 "ہاں۔" وہ بولا۔

نور، جس میں دورے ساتھ چلا ہے۔ ہم اس کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔
 یہاں سے ساتھ ساتھ چلیں گے اور یہی حالت میں تیار ہوں گے۔ میں یہاں کے
 میں چوں کہ "تم" سے چوں کہ تو ہی وقت ذخیرہ ہے۔ اس کے
 جلد ہی جلد ہی ہوئے۔

مشید، تم سے اس سے یہ پوچھا میں اس کے کہوں۔

"میں وہ وہی صاحب، قاتل تھیں۔" نور بھور ان میں سے

"آج تک یہ بات کوئی نہیں جان سکا۔" اس نے کہا۔

"تم اس کے ساتھ کسی طرح میں گئے تھے؟"

نور نے۔۔۔ اس کی بہت سی تھی۔۔۔

وہ اس تو اس سے ہی کہہ رہا تھا کہ دولت میں فیصلہ کیا۔

وہ بھی تھی، بعد اس کے ساتھ میں گیا اور پھر وہی وہاں سے

گئے۔

"تو اس طرح اس نے اپنے ساتھ پیچھا کیے ہیں۔"

"ہاں۔"

"تم لوگوں کو احکامات کی طرح بتاتے ہیں۔"

نور، رو رہی ہوئی کی پٹری پر لگی۔ وہاں کی شدت سے اسے ہستول چھوڑ کر پٹری
 پکڑنے پر مجبور کر دیا۔ انہوں نے فوراً ہستول اٹھا لیا۔

"نور حال رہتا ہے۔ اب اس کا ہستول سنبھالو۔ اس کی موت کا شروع
 رہتا ہے۔"

"میں اب ہستول سنبھالنے کی کیا ضرورت۔ اس کے پاس اب ہستول
 نہیں ہے۔" خان رحمان بولے۔

ہاں، یہ ایک ہے۔ پھر بھی تم ہستول اپنے قبضے میں نہ لے لو۔

ہستول اس میں۔۔۔ راہ پر مشید اس کی طرف بڑھتے ہوئے۔

"ہاں تو اجلاس کہاں ہوتا ہے؟"

"نہیں جانتا۔"

"تو تم اکبر بھورانی کے ساتھی ہو؟"

"ہاں، ساتھی ہوں اور ہم بہت طے پانی موت کو لگے گا۔"

"ہمارے بارے میں فکر مند ہوئے کی ضرورت نہیں صرف بات کرنے

اجلاس کہاں ہوتا ہے۔

"نہیں جانتا۔"

اس کے اس الفاظ کے ساتھ میں اس کی ٹھونڈ پر ایک رہ دستہ مقرر کیا۔

دوسری طرف سے گیا اور اس کے منہ سے کون سا لفظ۔۔۔ توں قہقہے ہوتے ہوئے

کہا۔

"تمہارا انجام بہت ہی اچھا ہے۔"

"اجلاس کہاں ہوتا ہے؟" انہوں نے اس کا منہ جیسے مٹا دیں،

مگر یہاں سے پکڑ کر اٹھا لیا۔

"بذریعہ فون، ہم نہیں جانتے، اس کا فون نمبر کیا ہے، وہ کہاں سے فون کرتا ہے۔ عام خیال یہ ہے کہ اس نے اپنے گھر میں کوئی ایسا فون لگو رکھا ہے جس کے نمبر پر بیکٹری میں نہیں ہیں یا پھر وہ پبلک فون بوتھوں سے فون کرتا ہے۔ فون کے درپے بھی آج تک کوئی اس کا سراغ نہیں لگا سکا۔" اس نے بتایا۔

"اس کا مطلب ہے، وہ شخص کوئی بہت بڑا منصوبہ ساز ہے۔ اس نے آج سے پچیس سال پہلے اس منصوبے کی بند کی تھی۔ اس وقت سے یہ کہ آج تک وہ بڑی کامیابی سے اپنے منصوبے پر عمل کرتا رہا ہے۔ حیرت تو یہ ہے کہ اس کے خلاف قیسے سے ہر بھی آج تک کسی نے رباں کھولنے کی جرأت نہیں کی۔ اس کا خوف ہی اس در بے چھایا ہوا ہے، لیس اب شاید اس کا زمانہ اوت آ گیا ہے۔ اور یہ اس وجہ سے ہو کہ اس نے عرفان غازی کو حملات کے حاصر پر لگا دیا۔ اسے اس کے حاصر میں دارالحکومت جانا پڑا عرفان غازی ایک مٹھی حورہ آدی تھا۔ اس نے حملات کو ایک سو بیس مٹھی تکم کے تحت قتل کیا اور پھر پید کیسے کے لیے کہ میں قاتل کا سراغ لگا سکا ہوں یا نہیں مجھے فون کر ڈالا اور اس طرح ہم یہاں تک آ سکے۔ حلف پولیس اسپتال قصبہ چالوم کار بنے والا تھا اور آج سے بیس پانچ سال پہلے دارالحکومت چلا گیا تھا، تاہم اسے اکبر بھورانی کے بارے میں معلوم تھا، اسی سے ہمیں معلوم ہوا اگر وہ زندہ ہے تب بھی ہم قاتل کا سراغ لگاتے اور حملات کے حاروں کی تلاش میں یہاں تک ضرور پہنچتے۔ یہاں پہنچنے ہی ہنگام شروع ہو گیا اور یہ صرف اس وجہ سے ہوا کہ میں نے یہاں آنے کا اطلاع عرفان غازی کے سامنے ہی کر دیا تھا۔ عرفان غازی نے تمہیں فون کر دیا اور تم نے اپنے آدمیوں کو چھس کر دیا۔ اکبر بھورانی کو بھی اطلاع دے دی گئی۔ ویسے تم اسے اطلاع کس طرح دیتے ہو؟" اسپتال مشید نے چونک کر پوچھا۔

"وہ فوری فون کرتا رہتا ہے۔"

"گویا اس نے یہ سب کچھ اس قیسے کا عکس ان شے کے لیے کیا ہے۔ اور مگر وہ اس وقت قیسے کا عکس ہی ہے، کیونکہ عکس ہی کا چلن ہے۔ دارالحکومت سے کوئی علم آئے تو بھی اس پر عمل نہیں کیا جاتا۔ سب لوگ اکبر بھورانی سے خوف کھاتے ہیں، کیونکہ وہ اپنے مخالفین کو زندہ نہیں چھوڑتا۔ خاص طور پر سب لوگوں کو جو اس کا علم نہیں دیتے۔ ٹھیک ہے، اب ہم قیسے کے ساتھ لے کر اقدار سڑوں جا میں گئے اور دیکھیں گے۔ اکبر بھورانی دراصل وہ ہے۔ اسے ہاں یہ تو ہم معلوم ہی گئے، اہلانا جلاس کس تاریخ کو ہوتا ہے؟"

"ہم اس کی آخری تاریخ کو۔" اس نے کہا۔

اور غازی سے سب سے آخری تاریخ دوں بعد آئے ولی ہے۔ مٹھی دار۔ اب یہ بھی بتاؤ کہ کس وقت ہوتا ہے؟"

"اس کی رات سے اس بجے شروع ہوتا ہے۔ اگر میں ادوں پہنچا تو سب لوگ ہوشیار ہو جائیں گے اور جلاس مٹی کر دیں گے۔" اس نے ڈرے ڈرے لہجے میں کہا۔

فکر۔ رات میں اس صوبہ پہنچے گے۔ اسپتال مشید سکرے

"گویا تم مجھے ساتھ لے کر وہاں جاؤ گے؟"

"یہاں تک ہی ہمت ہوگی۔ آداب نہیں۔"

وہ بارہنگے۔ نورین کی کار تیار کھڑی تھی۔ یہ زورنگ کی تھی۔ اس میں بیٹھ کر وہ پہاڑیوں کی طرف روانہ ہو گئے۔

پہاڑیوں کے نزدیک پہنچنے ہی انہوں نے کار ایک طرف روک دی اور پیدل آگے بڑھے۔ انہوں نے چاروں طرف دیکھا، لیکن محمود و میرا کہیں نظر نہ آئے۔ ظاہر ہے وہ چھپے ہوئے تھے۔ چاکل ان کے سر سے فوکی آواز نکلتی۔ جواب

"اف جیشید، یہ کیا تھا؟" خان رحمان ہنسنے۔

"اشارہ میں جاتا تھا، پورے قصبے کی پولیس اور اکبر بھارتی سے تھیں۔
ساتھی دار سے مقابلے میں آجائیں گے اور ہماری ٹکائی ہوئی کڑیاں چائیں گے۔ اس
لئے میں بھی انتظام کر کے چلا تھا۔ سرحد پر موجود فوج کا یہ دوزخہ اس وقت قصبے
میں موجود ہے اور یہ ہمارا دیکھنے کے بعد وہ اندر کا رخ کر چکی ہوگی۔ ان لوگوں
کو صرف ہم سے ہی نہیں، ہمارے ملک کی فوج سے بھی متاثر کرنا ہوگا۔ یہ سب کی مرضی
سے مقابلہ کرتے ہیں یا ہتھیار اٹالے ہیں۔"

"لیکن مشید غریبوں کو بچنے میں تو بہت اہم ملک جانے کی، جب کہ یہ لوگ
ہمارے بہت قریب آئے ہیں۔"

"تو اگر نہیں گئے گی۔ میں نہیں پیسے ہی ہدایات دے چکا ہوں کہ ہم
مردوت پڑنے پر پناہ پھاڑوں میں نہیں گئے، لہذا وہ آس پاس ہی موجود ہوں گے۔"
"دہری گند، پھر تو آجائے گا۔" گھوڑوں کی آواز۔

"اب اتنے سرے میں بھی شاید دشمن کو کڑوا نہیں سکتا ہے۔" غور
نے مل کر کہا۔

"خیر تو ہے، بہت سطوں اور علیٰ معنی خطر آ رہی ہو۔" فاروق چکا۔

"خیر دار تم لوگ ہاتھ پاؤں کر لے پھر آؤ، ورنہ ہم غارتگوں دیں گے۔
تم لوگوں کو تین اطراف سے گھیر رکھا ہے۔ غار کے تمام راستے بند کر دیے گئے ہیں،
صرف چوتھا راستہ باقی ہے اور وہ دشمن ملک میں سے جاتا ہے۔ یوں بھی دوسری طرف
عمودی پہاڑیاں ہیں اور یہاں پہاڑیوں سے گر کر ہلاک تو ہوا جاسکتا ہے، تو ہمیں
جاسکتا۔ لہذا تم لوگوں کی بہتری اسی میں ہے کہ خود کو ہمارے حوالے کر دو۔" پیچھے سے
لاؤا ہٹکے کے درجے کہا گیا۔

"مگر تم لوگ ہمارے ملک کے قانون کے پابند ہوتے تو ہم سرحد خود کو

تہارے حوالے کر دیتے اور حالات سے اسلاف چاہتے، لیکن ہم جانتے ہیں تم لوگ
ایک بھرم کے آلہ کار میں کر رہے ہو۔ صرف اسی کا علم ہوتا ہے، اس لیے پراسی کی
عکسائی ہے۔ اس حالات میں ہم خود کو تہارے حوالے کر نہیں کریں گے۔ دوسری
طرف تم لوگوں کو یہ بات بھی جاننی چاہیے، ہم تمہا نہیں ہیں سرحد اس سے پوری
فوج لے کر آئے ہیں اور وہ فوج مغرب تہارے پیچھے پیچھے دلی ہے۔ اگر ہمیں نہیں
آتا تو مرکز دیکھ لو، فوج کی آمد کے آثار نظر آجائیں گے۔ پچیس سال کے دور اس سے
پہلا موقع ہے کہ فوج نے شہر سے مسافت میں داخل اندازی کی ہے۔ اس وقت تک فوج
بالکل بے خبر رہی ہے کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔ لیکن اب فوج کو حالات سے باخبر
کر دیا گیا ہے، لہذا کوئی قدم ہانڈے سے پہلے اپنے پیچھے نہ کرے۔"

کاشیوں سے ہٹ کر پیچھے کی طرف دیکھا۔ کالی فاسٹ پر انہیں فوج کے
آثار نظر آ گئے۔ لیکن فاصلہ اتنا زیادہ کی نہیں تھا کہ وہ اندر سے نکل سکتے۔

"اور یہ بھی سن لو کہ ہم بھی تہارے لیے نیکی بھرنا ہوتے ہیں گے۔"
ان پچھلے جیشید نے بلند آواز میں کہا۔

"اور کیا، اب اگر تم لوگوں کو نیکی بھرنا کا شوق ہو تو آگے بڑھو اور فوج
کرلو۔" فاروق نے چٹک کر کہا۔

"خان رحمان، اپنی فوج کو منظم کرلو۔ پھر یہاں ہر طرف بے شمار ہیں۔
ذخیرہ کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ ہم ہیں بھی ان پچھائی پر۔ ان لوگوں کو بہت آسانی
سے شکار کیا جاسکتا ہے۔"

"تم غریب کرو جیشید، یہ لوگ اب بھی نہیں سیکھیں گے، تو یہ ہتھیار ڈالیں گے
یا ہمارے جائیں گے، لیکن اپنی طور پر میں بھی پسند کروں گا کہ یہ ہتھیار ڈال دیں۔"

آخر یہ سارے ملک کے باشندے ہیں۔ یہ ساری بات ہے کہ ایک خطہ آدلی کے چول
میں پھنسے ہوئے ہیں۔ "خانہ بھانہ بولے۔

تم لوگ ایک چٹے ہوئے لوگ تمہیں پھرے میں سے بھی ہے۔ اب کیا
کار ہے۔ یہ تو نہیں ہوگا۔ تمہیں ال دو۔ بھوسٹہ دیگر دھڑا سب کے لیے
تیار ہو جاوے۔

"میں سوچنے کی مست دی جائے۔ لاؤ ڈھنگ پر رہا گیا۔

عید کے نہیں نہیں مست ہے جاتے ہیں۔ اسپلر مشید جود آوے
میں ہے۔

دونوں طرف گہری خاموشی چھا گئی۔

جان دونوں طرف چٹے گا کہ نہیں نہیں مست کی صحت ان کی
ہے۔ "فرزاد نے سوال کیا۔

"میں تب تک نہیں کہ ان کا فوج اس وقت تک ان پر حملہ نہیں کرے
کی۔"

"تب تو عید ہے۔"

"کمال ہے اب جان آپ تو بہت بہت انتظار کر رہے ہیں۔"

"ایسے معاملات میں چند شکایات نہ کرے۔ مطلب موت سے سوچو
نہیں ہوتا۔ انہوں نے کہا۔ اسی وقت دانا بیکر پڑا۔ بھری

"ہم آپ کو گولی نہ ترنا کی کا پھل دیکھتے ہیں۔ فوج سے دوست
ہے۔ ہمیں دیکھ جائے گا راستہ دیا جائے۔"

"نظم دہو چتے ہو۔" اسپلر مشید بولے۔ پھر اس کی طرف سے

"ہاں ابھی جان میں اب یہ مقام ہے۔ جب میں صرف اور صرف تم سے

مشورہ کر سکتا ہوں۔ سب کیا کیا جائے؟"

م توں کا مقصد ہے ملک کی پولیس سے "نا ٹھکانا نہیں ہے۔ ہم تو
راہل اکثر مجھوں کو قہم کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ اس قحب میں بھی ہمارے ملک کا ہی
قانون ہے۔ یہ ایک شخص کی عمر لی ہو۔ لہذا یہ ایک بھاری صورت ہے۔ ان لوگوں کو
دیکھ جائے دیا جائے۔"

حوب ہو کر۔ کہیں نہیں جاتا۔ "اسپلر مشید بولے۔

"بھلا تم لوگ اس طرح نکلے گا۔ اس توں کے دیکھ جائے کے ہر دم
وقت میں چٹے جا میں ہے۔ اور اگر مجھوں کو قہم کر میں گے۔ جان دیکھ لے کہا۔

"ہوں نہیں ہے۔ اس حالت میں اس کے سوا کچھ کیا بھی تو
نہیں جاسکتا۔" یہ کہہ کر انہوں نے بلعدا دلا میں کہا۔

"نہیں ہے۔ تم لوگ دیکھ چکتے ہو جس اب تم لوگ اکبر بھوری کا حکم
میں ہوئے۔ ہم اس کا کاٹنا کٹال دیں گے۔ اور قحب کے چور ہے پر سے محرم کے
ساتھ پیش۔ اس کے تاکہ اس کا خوف سب توں کے دلوں سے نکل جائے۔"

"نہیں ہے۔ اس صورت میں بھلا ہم توں کے حکامات ماننے لگے
تو پھر فوج کو اشد دلاویں۔"

ان سرور۔ "یہ کہ۔ اسپلر مشید نے توں کے حلق سے عجب و عرب
آواز نکالی اور پھر بولے۔

"ب آپ لوگ جانتے ہیں۔ فوج آپ کا راستہ نہیں روکے گی۔"

شہر یہ ہم جا رہے ہیں۔ "اس کی طرف سے کہا گیا اور پھر کانپیل
دیکھ مڑتے نظر آئے۔

"اب عداوت تو تو کی۔ کبر بھورانی کی عکرائی ختم ہو رہی ہے؟"

دوسرا حصہ

☆☆☆

مقابلے کی گھڑی

"خیر تو سنے فرما رہا ہے، یہ تو ایک خوف رواہ کیوں ہو نہیں، 'خان' دیکھو اسے پریشان ہو رہا ہے۔"

"یہ اس کی پرانی عادت ہے۔ ہمیشہ ایک ہی خوف رواہ ہوتی ہے۔ یہ ہیں کہ 'خان' سے اس کا تعلق ہے۔"

"مجھے یہ محسوس ہو رہا ہے، جیسے پہلاں آدمی ہماری طرف بڑھ رہے ہیں۔ غور نہ کیجئے، یہ تو کاپٹی آواز ہے۔"

"کیجئے اور نہیں، پہلاں آدمی ہمیں یہاں سے لے گئے تھے، ہمارے پاس 'خان' کے ساتھ ہیں، جو انہیں لے چکے ہیں، وہاں گروہ کی شرکت کے لئے میں تو ان کے ساتھ آئے کی ضرورت امید کی جا سکتی ہے۔" فاروق سے مذاق اڑانے والے لہجے میں کہا۔

"یہ معلوم ہوتا ہے، جیسے فرد نہ کا خیال درست ہو۔" خان دھماکا کرتے ہوئے۔

نورین نے فرما کر اپنی آواز میں کہا۔

"اس وقتوں کو حکومت کا حق نہیں ہوتا۔ وہ اگر کسی طرح ہم حکومت آجی جائیں تو ہمیں بہت اکت کے ساتھ دیکھنا پڑتا ہے یہ موت کو گئے لگانا پڑتا ہے۔" خان نے۔

وہاں بالکل شروع ہوا، لوگوں سے اس وقتوں کو سنا دیا تھا، وہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب کچھ ان کا خیال نہیں ہے، انہیں یہ پتہ ہے۔ اب وہ لوگ بھی اترے اور لوگوں سے پاس آئے۔

"میں آپ کو کون سا قسم ہوں۔ اب آپ لوگ وہاں جانتے ہیں۔" انہیں رشید نے۔

"بہت بڑا۔" ان کے کہنے لگے۔

"اب ہمیں ان کا رسالہ پہنچانا ہے۔" انہیں رشید نے۔

"آپ کا یہ نام ہے کیسے؟" خان نے۔

"جی مجھے کیسٹن ارشاد کیجئے ہیں۔"

"شکر یہ کہ میں، آپ نے اپنا نام بہت خوبی سے یاد کیا۔"

"میر تو یہاں تھا کہ ایک مختصری جنگ ہو چکی تھی۔" انہیں رشید نے۔

"اس کی کوشش بھی آسانی تھی، نہیں شاید کوششیں ہو سکتی تھیں۔"

سکرائے۔

وہ نیچے اترے گئے۔ کیسٹن ارشاد اپنے دستے کو لے کر سرحد کی طرف روانہ ہو گیا۔

جلدی وہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ یہ لوگ پیدل پیٹھ پر ہیں۔

مورچی کی فارینگ پیچھے۔

میں ہی وقت فرار کے کاں کھڑے ہو گئے۔ اس کے چہرے پر خوف

سب سے اہم چیز ہے۔ لڑنے والوں سے حوصلہ ہارائیں اور فکسٹ کھلی سکیں۔
اسپہر مشہور ہے۔

آپ قادیانے۔ ہم دھوکہ کرتے ہیں، حوصلہ نہیں ہاریں گے۔" قادیانے
نے ایسے میں بھی مسکرا کر کہا۔

"خوب، مجھے تم پر فخر ہے۔ میرا خیال ہے آج۔ اسی دن دشمن ملک کی
فوج ہے۔"

"یہ؟" وہ سب ایک ساتھ پا۔۔۔ کے چہرے پر خوف و اڑ گیا۔
جیسا اسی وقت قادیانے کی دھمکی تھا کہ آج۔ اپنے لوگوں پر حملوں کی آواز

والی فوج کا وہ فخر و جلال تھا۔
"وہ لوگ قریب آگئے ہیں۔ ہندوؤں میں نظر آ رہے ہیں گے۔" خاں

دھماکا مچا۔

"ہم مشکل میں کھڑے ہیں۔ میں سوچتی بھی نہیں سکتا تھا کہ اس معاملے
میں یہ بھی فوج کی مدد ملے سکتی ہے۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ ہمیں خود پر ہمارے

ملک کا۔ قصبہ دشمن ملک کے قبضے میں ہے جس کی کو یہ بات معلوم نہیں۔ شاید کوئی
سوچی بھی نہیں سکتا کہ اگر بھارتی دراصل دشمن ملک کا ایجنٹ ہے اور اس سے انہیں

سب سے پہلے یہ پتہ چلے کہ ملک کے اشارے پر چلاؤ تھا۔ اب یہ فوج کے اس طرف
سے

اس کے لحاظ سے یہاں نہیں رہ گئے۔ اسی وقت ایک ہوائی فائر ہو گیا۔
پہاڑیاں گونج اٹھیں۔

سب کے دل میں کی طرف سے چلے گئے۔ پہلی پہلی۔ انہوں نے انہوں
سے دیکھا۔ جس ملک کے بیڑوں کو اس کی طرف سے بے خطر قادیانے سے پہلے آ رہے

"بچی، اگلے پچھلے اس نے ساتھ شامل ہو گئے۔" قادیانے بولا۔

"قادیانے میرے پاس ایک اور چیز ہے جس سے تم میں۔ ضرور یہ فائدہ دے

لگاؤ نہیں ہو سکتا۔ آئے والے ہزاروں ہیں۔"

"تو کیا کہہ سکتی ہو؟" قادیانے نے مقابلے پر سے آیا ہے۔

"نہیں، آج۔" وہ ایک شہر کی سڑک کے قریب بہت لگے اور وسط کے ساتھ

دشمن پر پڑ رہے ہیں۔ وہ ایک ہاتھ دھونے ہے۔

"نہیں، قادیانے دھونے ہیں۔ یہ فائدہ دھونے کے ساتھ ہے۔ یہاں کوئی

اور ہاتھ دھونے کہاں سے آگئی۔" پتہ چل گیا کہ یہاں سے۔

"آپ کا یہ نہیں ڈر ہے۔" قادیانے نے کہا۔

"نہیں، وہاں سے مقابلے کی گھڑی۔" قادیانے نے کہا۔

لگے۔

"ہاں، میں بھی یہی محسوس کر رہا ہوں۔" قادیانے نے کہا۔

کے برابر ہے۔ آج۔" وہاں سے بیڑوں میں وہ ہم چلے۔" خاں نے کہا۔

میں قادیانے کی۔

"نہیں، ہم مقابلے کے۔" قادیانے نے کہا۔

ہو سکتے۔ ہم قادیانے کی طرف سے دشمن کے قریب ہیں۔ وہاں کی طرف پہاڑ

ہیں۔ یہ پہاڑ دوسری طرف سے نمودار ہیں۔ یہی گئی دوسری طرف دشمن ملک ہے۔"

"میں سب کچھ جانتا ہوں۔" قادیانے نے کہا۔

پرو فیسر کا وہ بیڑا لگے۔

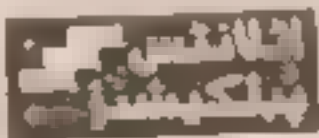
"آج۔" میں اندازہ لگا چکا ہوں، جس بتاتے ہوئے ڈرتا ہوں، کہیں آپ

لوگ خوف زدہ نہ ہو جائیں اور بہت۔ ہار نہیں۔ میدان جنگ میں دراصل بہت

تھے، مٹی شاں دشواری سے ہنسی کر کوئی جواب آگئی تھی۔ اسی پیدا ہونے کے ساتھ ہر قسم کا سلسلہ بند ہو گیا تھا، جو یاد دہانی پر انہیں کوئی خبر کا تصور دے سکتے تھے۔

پہلے کیا ہوگا؟

یہ جانتے کے لیے "بھورہ" کے نام کا دور
 صبر اور پکی محنت سے



<https://www.facebook.com/Ishtiaq.Ahmed.Novels>

<http://ishtiaqahmed-novels.blogspot.com>

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

محمد طارق پروان پبلشرز کراچی

اونچی مہم

اشتیاق احمد

اٹلانٹکس
پبلکیشنز

شہادت کی موت کا تو کہنا ہی کیا پھر ذرا کیوں؟ کیوں؟ ہم نے کامرات وار مقابلہ کرتے ہوئے جانیں دیں۔" خانہ رحمان بولے۔

"لیکن اگر جا میں بچاؤ کا امکان ہو تو حکم یہ ہے کہ جانیں بچائی جائیں۔ لہذا پہلے میں ان لوگوں سے بات کروں گا۔"

"جیسے تمہاری مرضی۔" خانہ رحمان نے کندھے چاٹے۔

چند منٹ بعد دشمن فوج اس حد تک بردیک آگئی کہ بات چیت کا دروازہ کھولنا سہل تھا۔ چنانچہ اسپیکر مشید بلند آواز میں بولے۔

"تمہارے ملک میں تم لوگوں کی آمد قانون کے خلاف ہے۔ دستبرد کرو۔ تم کیا چاہتے ہو؟"

"تم سب کو گرفتار کرنا اور گرفتار کر لے اپنے ملک لے جانا۔ وہاں ہم تمہیں بنائی بنا کر رکھیں گے۔" دشمن کی طرف سے مگر بری میں جواب ملا۔

"کیا تم اس کا نتیجہ جانتے ہو؟ وہاں ملکوں میں جنگ چھڑ سکتی ہے۔" اسپیکر مشید نے گویا دھمکی دی۔ اس بار بھی مگر بری میں بولے تھے۔

"اس کا کیا سہم؟" دل تو تمہارا ملک کھڑا ہے، چھوڑا ہے، بڑی طاقت ہے مگر یہ تمہارے اس کی بات نہیں۔ دوسرے یہ کہ تم لوگ ملک کے لیے اس قدر

اہم ہو گئی کہ تمہارا ملک تمہاری خاطر جنگ چھڑے گا تو اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ تمہارے ملک کے لوگوں کو تو انہوں کاں جبر بھی نہیں ہوتی کہ تم لوگ کہنا ہو۔

تمہارے خلاف ملک بھر میں ہونے والے کی وارنٹ ہماری قید میں ہو گئے۔ یہ تو کسی

رقی؟

"آؤ تم ہمیں قیدی کیوں بنانا چاہتے ہو؟" خانہ رحمان جھنجھلائے۔

"اس لیے کہ تم اکبر بھورانی کا راجہ بن گئے ہو تم نے یہ بات محسوس نہ کی۔"

ہے کہ اکبر بھورانی دہلی کا راجہ ہے اور اسی طرح اس قصبے میں ہماری حکومت ہے۔ ہمارے حکم چلے۔ اکبر بھورانی تمہارے شہزادوں پر ناپتا ہے، لیکن ہم نہیں چاہتے، یہ دیکھو کہ یہ علاقہ کسی اور کو بھی معلوم ہو، لہذا یہی فیصلہ کیا گیا ہے کہ تم لوگوں کو اپنے ساتھ اپنے ملک لے جائیں۔"

"اور اگر ہم جانے سے انکار کر دیں تو؟" محمود نے پوچھا۔

"تمہارا انکار کیا حیثیت ہے۔ تم ہمارے مائے بالکل بے بس ہو۔ مقابلے کی صورت میں بھی یہاں سے ہاتھ دھو بیٹھو گے یا گرفتار ہو جاؤ گے۔ بہتر ہے مقابلے کے بغیر ہی خود کو ہمارے حوالے کر دو۔"

"پھر تو ملے صاحب، ہمارا ایک اصول ہے اور وہ یہ کہ خود کو دشمن کے حوالے اس وقت تک نہیں کرتے جب تک کہ محسوس میں جاں ہے اور ہاتھ دھو بیٹھنے کی سکت ہے۔"

"تو تم مقابلہ کر گئے؟" مگر یہ لہجے میں کہا گیا۔

"بالکل یہ بہت ضروری ہے۔" خانہ رحمان مسکرائے۔

"جب تو لوگوں سے جنگی قیدیوں یا سلوک کیا جائے گا اور جنگی قیدیوں کے ساتھ ہمارے ملک میں بہت بھی تک سلوک ہوتا ہے۔"

"جی ہاں، بہت دن ہو گئے بھی تک سلوک سے اور پار ہوئے۔ چلو چھا ہے موقع ملے والا ہے۔" قادری بولا۔

"تو تم تمہارے خلاف جنگ شروع کر رہے ہیں۔"

کہہ دینے والے نے اس کا جواب دیا کہ یہ لوگوں کی باڈی ماری گئی تھیں وہ ابھی گویوں کی رو سے ہمارے تمام فوراً نیچے لیٹ گئے اور صدی صدی پر نہیں لیٹے تھے۔

"کاش ہم کمپنیز اور شاد سے چند لکھیں اور کار قوس می لے لیتے۔"

نہان رحمان بڑبڑاتے۔

"بہار سے پاس صرف ایک ہسپتال ہے اور باقی لوگ صرف جہازوں سے کام لے سکتے ہیں۔"

"جیٹ، خیر، کچھ ہو سکتا ہے تو بہتر ہے۔" غرور بولی۔

اسی وقت پتھر اٹھ اٹھا اور پتھر اٹھ کر کے بے تپ ہو گئے۔ جو بھی اس کے خیال سے مطابق دشمن راہ ایک آبا۔ اسکا مشید سے پہاڑ کیا اور سب سے پتھر دشمن پر پھینکے، لیکن جواب میں پتھر بھی نہ پڑا۔ غری۔ اس کی آنکھیں جھٹ سے پھیل گئیں۔ مگر ہم اسکا مشید کی گولی کے جواب میں تو ایک ہی صدمہ دیا اور علی چاہتے تھے۔

"مشید یہ تھرا رہا۔ مگر ٹوک گیا ہے؟"

"نہیں، جس کا وہ ہے۔"

"اباجان آپ نے نہیں کے وہ لکڑے میں موجود یہ ہیں؟ آپ ہکلائے ہیں؟"

"میں ہکا یا تھا۔ میری گولی ہاکل ٹھک رہا ہے۔ مگر قہری، میں اس نے دشمن کے پاسی کا مارا بھی کیا نہیں یا جس کا مطلب ہے۔ یہ لونی جٹ پر وہ ساری میں ہیں اسی لیے تو پتھر بھی بے کار گئے ہیں۔"

"آف خدا اب کیا ہوگا؟" محمود نے کانپ کر کہا۔

"ہاں رحمان، محمود کے سوال کا جواب تم ہی دے سکتے ہو۔"

"میں ایک چھوٹی سی فوج کا ساتھ کا ڈر ہوں۔ مقابلے میں پکڑاؤں مسلح دشمن ہیں۔ اس کے پاس اسلحہ بھی جدید ترین ہے۔ یہ لوگ ان پہاڑیوں پر تشریف

لارہ پھینک کر نہیں آگ بھی دکھائی دیتی ہیں۔ ان حالات میں میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہم شہادت کی موت ضرور حاصل کر سکتے ہیں۔"

"میں ہاں رحمان یہ لوگ اتنے پاگل نہیں کہ ہمیں موت کے کھاتے میں جاتا رہیں۔ انہیں ہماری طرف سے کوئی خطرہ نہیں۔ ان حالات میں تو یہ سے خطرہ ہماری طرف سے ہے۔ پتے۔ ہمیں گے وہ پکڑاؤں راتوں کے مقابلے میں ہم کچھ نہیں رہتے۔" اسکا مشید بولے۔

"اباجان یہ آپ یہ کہتا چاہتے ہیں کہ ہمیں خود کو اس فوجیوں سے جوتے۔"

"ہاں شاید قدرت کو یہی منظور ہے کہ ہم اس کی قید میں چلے جائیں۔"

"میں اسکا مشید یہ سوچ رہا ہوں کہ اس میں سب سے بہت ہم کو بھی ہیں۔ ہم سب سے ہوں۔ ہم بھی ہیں۔ یہ لوگ ہم پر سب سے سارے مظاہرہ اس کے وہم یہ کی۔ ہم سب سے ہوں۔ ہم بھی ہیں۔ یہ لوگ ہم پر سب سے سارے مظاہرہ اس کے وہم یہ کی۔

"نہیں۔ میں ہاں رحمان، ہم ہی بتاؤ، ہم مقابلہ کریں تو اس طرح پتھر سارے ہوتی تاکہ وہ بھی تو نہیں۔" اسکا مشید نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

"نہیں۔ آپ تھوڑی دیر پہلے کچھ کہتے کہتے رک گئے تھے۔ آپ سے یہ خدا سے تھے۔ خدا دشمن فوج کے اس طرف سے۔ آپ کیا کہتا چاہتے تھے اباجان؟" غرور نے بول اٹھی۔

"نہیں میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ دشمن فوج کے اس طرف سے آئے۔ ہاں۔ یہ کہہ سکتے ہیں۔ انہوں نے اپنے ملک سے لے کر اس قصبہ تک کوئی حصہ سرنگ نہیں ملے شاید۔ مگر تو یہ اس طرف سے آگئے ہیں۔ سرحد کی طرف سے آتے تو

جھڑپ ضرور ہوتی اور اس جھڑپ کو پوشیدہ نہیں رکھنا چاہئے تھا۔ اس حالت میں ہمیں
رشاد اس وقت ہماری مدد پہنچا ہوتا نہیں سرگم والا جیسا کہ اس وقت سے اور یہ آگ
چپ چاپ تہہ تہہ سے ملک میں داخل ہو رہی تھی۔ لیکن دربار پر کیا مبنی ہو۔

"یہ کیوں؟ ہم اس سرگم کے دربار میں ملے ملک میں جواری داخل
ہو جائیں۔ اس صورت میں شاید ہم پر دکانوں پر دست طاش رہیں۔"

"یہ کچھ سے لیکس نہیں سرگم کا اسٹیشن نہیں۔ ہم اس سمت
میں جا سکتے ہیں۔ اس سمت سے یہ من آتی ہے۔" انہوں نے جواب دیا۔

"لیکن ہم ملدی کی طرف جا سکتے ہیں، تو سکتے ہیں، تو وہاں پہنچیں، اپنا پوشیدہ
جہاز سے جوئے دربار خفیہ خفیہ ملدی کی طرف جاؤ گے کہ ہوئے۔ اس سے
ساقیوں کے مجبوراً اس کا ماتھہ پڑے۔ یہ وقت نیچے سے آواز سن رہی۔

"رہے تو کوئی نہیں جا رہے ہو، اور حرکت ہے۔ تمہاری ہڈیوں سے
کڑھوت کو گلے کا بیٹھو گے۔"

مردوں سے جیسے سنا می نہیں۔ اس دور نے چلے گئے۔ چونکہ ہمیں پ
مردوں پر آگ کی بارش ہوتی محسوس ہوتی۔ "نہیں گھر، دو پہر میں پرانے چھان چلا
مکھیا تھا اور ہمیں آگ سے چنے کے لیے رونا تبدیل کرنا پڑا۔

"شاید ہم رات کی میں اسے نہ لے سکی۔ پچھلے ہیں گئے۔" انہوں نے
جواب دیا۔

"پر دیکھو لکھ، آپ بالکل محسوس ہیں۔ ہمیں ہم پر آپ کو ضرورت نہیں
رہا؟" محمود نے ان کی طرف دیکھا۔

"کیوں بھلا ضرورت کیوں آئے گا۔ اس میں ضرورت کیا ضرورت؟" وہ مسکرا کر
اور پھر اور بھی آگ کی بارش ہو گئی۔ وہ خوف زدہ رہ رہ کر ہل رہی تھی۔

کبھی اور بھاگ رہے تھے تو کبھی دھر۔ تھی وہ چنگاریوں کے پڑے۔ چھٹی کر چکی
تھیں۔

"بہت تم غریب دشمن ملا رہے اس مرتبہ۔" اپنا پوشیدہ سرگم رہے
میں رہا۔

ہاں، ہمیں بھی کھڑکیوں کی طرف بھاگ رہے۔ "انہوں نے کہاں سے من
بلا۔

"نہیں؟" انہوں نے سوچنی کہاں گیا؟

"شاید وہ وہیں رہ گیا تھا۔ جب ہم نہ رہے گئے۔ اس سے خود کو کونج کے
موتے دیا ہو گا اور بعد میں اسے بتا دیا ہو گا۔ وہ ان کے بھائی کا خاص آدمی ہے۔"

لیکن ہمیں یہیں سے طرف دیا ہو گا؟ انہوں نے پوچھا۔
"نہیں دیا ہو گا تو بعد میں ہمیں یاد دے گا، جب وہ لوگ بھاری سے
ضد ہیں۔ یہاں گئے۔

ہاں۔ دھر دھر۔ ک کی بارش ہوتی رہی۔ کوئی بھی برقی نہیں اور وہ
بہت تیزی سے ہل رہے تھے۔ وہ آگ سے بڑھاتے رہے۔ لیکن تب تک۔ "خبریں گئے
کا سلسلہ ہم ہوتا رہا۔ اس سے سروں پر چھٹی کیا۔ اس کا گھر تنگ ہو گیا۔ رات میں اس
سے سیوں کا شام۔ یہ نہیں۔ اب اگر وہ حرکت کرتے تو کوئی اس میں پھنسی ہو جیتیں۔
ایسے میں اس کا نظر کی آواز ابھری۔

اس پہلو میں پوشیدہ اب کہاں تک جا سکتے۔ تمہارے مقدور میں قید نہیں
ہے۔ قہر کا نا ہوگی یا پھر اس عمومی چٹالوں سے پھلا نہیں لگا کر جانیں دے دو۔
مستعد نہ تم رکھیں سو گئے۔ کیونکہ ہم نکل رہے ہیں اور تم صرف چھ۔ جو آ دی کب تک لڑو
تے؟ تو تم چاؤ گے۔" کا نظر کی رہبر ملی۔ وہ ان کے کانوں میں گھسی پٹی گئی۔

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ جیسے چوہرے ہوں وہاں
 بھی اب کیا کریں۔ اور پھر سب سے پہلے اسپیکر جمشید نے ہاتھ دوپٹا دیے۔
 "یہ کیا کر رہے ہیں آپ، خود کو دشمنوں کے حوالے کر رہے ہیں، یہ جانتے
 ہوئے بھی کہ اس لوگوں سے کسی نرم سلوک کی قضا ہوئی، یہ نہیں۔" محمود نے بولنا کر
 کہا۔

"ہاں، جانتا ہوں، لیکن سلام نے ہمیں خود غشی کی جارت میں دی اور
 اس وقت خود کو گرفتار کر لیا۔" رائے کشی کے بارے میں وہ کہتا تھا۔ "اس سے کیا
 ہو سکتا ہے؟" جمشید نے یہ کہہ کر بھی ہاتھ اٹھائے وہ رہا ہوں۔ حال
 رہا ہوں ہے۔

اب سب کو تم لوگوں کو قرار دے کا قصد کر رہی ہے، میں بھی ہوں، وہ
 رہا ہوں۔ "پروڈیوسر دادو داؤد بچے بچے میں بولے۔

"اب ہم کیا کریں، ہم کیا کر سکتے ہیں، سوائے اس کے کہ ہاتھ اور
 اٹھا دیں۔" محمود بے چارگی کے عالم میں بولا۔

"اور اس سب کے ہاتھ اوپر اٹھائے گئے۔ دشمنوں نے ہاتھوں کی طرف
 بڑھتے گئے۔ اس کے چہرے پر قاتحہ۔ سسٹم میں باقی رہی تھیں۔

"خدا کا نام ہے، انہیں منگور تھا اور خدا کے ہر کام میں ہوں۔ وہ منسلک سرور ہوتی
 ہے۔" پروڈیوسر دادو داؤد بولے۔

"ہاں، آپ ٹھیک کہتے ہیں۔" خان برہان بولے۔
 سپاہی رہا ایک آگے۔ ان کے ہاتھوں میں جھنڈیاں تھیں۔ انہوں نے
 اپنے ہاتھ جھنڈیاں پہننے کے لیے آگے بڑھ دیے۔ ان کے کلب کی سر زمین پر دشمن
 ملک کے فوجی انہیں جھنڈیاں پیٹا رہے تھے۔ یہ کچھ لم تکلیف دہ نہ تھیں تھیں۔

☆☆

جس سے ان کے ہاتھوں میں جھنڈیاں اٹلی تھیں۔ دشمن سپاہی ایک ساتھ
 چلائے۔

"کامیابی مبارک کا طرہ۔"
 "تم سب کو بھی مبارک ہو۔ ہماری دقت کی آرزو آج پوری ہو گئی۔"
 کامیابی نے غرور سے بولے۔

"کیا مطلب؟" وہ بولے۔
 "یہ سب ایک چار تھی، ایک منصوبہ تھا تم لوگوں کو گرفتار کر کے کا۔"
 کامیابی نے بولا۔

ہم اب بھی نہیں سمجھتے۔
 کامیابی کو علم دیا گیا تھا کہ کسی طرح اسپیکر جمشید اور اس کے بچوں کو
 گرفتار کیا جائے گا۔ اس سے بہت سوچ بچ رہی تھی۔ ہاتھ اور حکومت میں چار
 منصوبے کی کامیابی سے مقامات کا چارہ دیا۔ ہاتھ اور شاہی سریت سے دو مقامات
 منصوبہ کی تکمیل سے یہ بہت مناسب نظر آئے۔ پھر حملات کو علم دیا گیا کہ
 انہیں صورتی کے ہمارے مقامات میں سریت میں کر کے دار کی حیثیت سے
 رہائش اختیار کرے۔ اس سب چارے کو ہمارے منصوبہ کے بارے میں ہاتھ بھی
 معذور نہیں تھا، چنانچہ اس نے ہاتھ اور شاہی اختیار کر کے، پھر عرفان غازی کو علم دیا گیا کہ
 چارے ۱۱۱ سر مقامات میں رہائش اختیار کرے اور حملات کو نیزگی کے درجے ہلاک
 کر دے۔ انہیں لوگ راتے وقت ہمارے سے غزراہٹ کی آواز لگائے، تاکہ
 اسپیکر جمشید یہ جیال کر کے رات میں ہی وقت ہوا ہے۔ جان بوجھ کر ہمارے دروازے پر
 پھینکا گیا۔ ہاتھ بھی غصے میں ہونے کے باوجود چہرہ پر یہ باتیں۔ پولیس اسپیکر جو کہ

ہمارا حامی آدمی سے وہ شر دیا گیا۔ حساب سے موقوفے چلائے ہوئے نہ بھرواؤ
کی سسکی تھ نہانی ساد ہے۔ اس طرح پہلے مشید اس قبیلے میں آئے پر توجہ ہو جا میں
کے چنانچہ ہر کام مسمو ہے۔ مطابق ہوا عورت و پٹیلے ہی بہا نہ ملانی رہی۔
ایک مسمو ہے۔ تحت سے نکلت کے نام سے چار و قتل آج کا نہیں کے نہیں
سے فکر ہے۔ ن صروت نہیں یہ سہ نہ پٹیلے کا لہذا وہ ہے فکر و جان
تک کہ عرجاں عاری ہوئی۔ کھوں سے برقی سے۔ پٹیلے سے مسمو طرف
ہوئے دیکھا ہوا۔ نہیں پٹیلے وہ سے نکل جاتا تھا۔ اس سے نہیں کہا کہ یہ بھی
اکبر بھروائی کے مسمو پٹیلے کا یہ ہے۔ واقعی مسمو کا قتل ایک مسمو چنانچہ
دوسری طرف کا عرجاں عاری سے ہدایت اطمینان سے ہے۔ مسمو میں چاقو
نکلت سے کہم میں تار مار اسی راستے سے اہل۔ برقی کھائی ہو ہے
چاہے نکال رہا ہو۔ پٹی کا ہے میں پٹیلے یہ۔ ہم جاتے تھے۔ پٹیلے سے مسمو
سرخ لگا نہیں کے اور قصہ جالوم کا رسا رہی کے اور یہی ہم چاہتے تھے۔ ہم میں بھی
میں جو پٹیلے ہو اور دوسری طرف پہلے مشید سے نہ نہ جو پٹیلے وہ سب یہ
تھا اور یہاں ہم لوگوں کو ان پہاڑوں تک چھوڑا رہا ہے۔ کا تاکہ نہیں کہ یہ
جائے اس سارے پر اگر ہم میں کوئی طاقت ہو تو وہ مشید سے طلب نہ ہوتی
آہ۔ ہم سوچ بھی نہیں سنے تھے کہ پہلے مشید عرجاں کا مسمو بھی سکھائے۔
عرجاں جلوی دیاں پٹی کی اور ہم پر مسمو کے مطابق یہاں بھی گئے تو حساب یہ بھی
تفصیل۔ یہاں تک کہ کر کی طرح کاوش ہو گیا۔

”تحت تو یہ سارا مسمو۔ صرف اور صرف ہمیں ترقی کر کے کا تھا۔ محمود

چلا دیا۔

”ہاں ہاں۔“

نہیں کیوں تم لوگوں کو آج تک چلے چلائے کی کیا ضرورت تھی؟“

چلے۔

یہ تھیں مسز ڈی سائٹ بنا میں گئے۔ اس نے کہا

”اور یہ مسز ڈی سائٹ وہ ہیں؟“ عرجاں سے نے اہل ہو رہا۔

”اکی ماٹ کا۔ سے طلب نہ یہ بہت اہم سی ہیں۔ فقیر پولیس اور

عرجاں کی ماٹ میں کام کرتی ہے۔ سارے سارے بھی بے پناہ ہیں۔ دو کوئی بھی

قد تھا سنے ہیں۔ کوئی رات لوگ نہیں رہے گا ہمیں علم ہے کہ ہوس ہی تم لوگوں کو

کفایا عرجاں اس سے سارے پٹیلے کا ہے۔

تو میرے جیساں میں آپ میں ترقی ہی پٹیلے یا بھی کوئی سر ہتی

ہے۔ ہوں کہ عرجاں۔ تم لوگوں کا یہاں ہے؟“

یہ تو تم مسمو ہا نہیں بہا۔ گئے ہو۔ مسمو۔ تھلا کر ہوں۔

”تم کیا ضرورت ہے جسے نہ ویش۔ گئی ہو کیوں کہو۔ لیک ہے

تا

بہا۔ ہاں نہیں میں تو صرف۔ مسمو رہا ہوں کہ یہ اتنا سہا جڑا مسمو۔

آخر کیوں نکلا گیا ہے؟“ محمود پٹیلے۔

یہ شریف لوگ تاق پٹیلے میں کہ ہمیں ترقی کرنا چاہتے تھے۔ فاروق

ہو

”کیوں؟“ محمود پٹیلے لہجے میں بولا۔

”اس کیوں کا جواب مسز ڈی سائٹ تائیں گے۔ وہ بھی اس لیے تائیں

گئے کہ اس کے پاس ہے بنا فقیر ات میں۔“ ترقی ہو لیا تھی۔

”ایسے تو نہیں اتنی تھوڑا ہی کی ضرورت بھی کیا ہے۔“ فاروق

منشایا۔

”تو یہ ہے تم سے۔ دشمنوں کی قید میں بیٹھے مجھے اور میری چنگ رہے ہو۔“
فرز۔ بھائی۔

”تم لوگ یہ سب شوق سے جھینٹے رہو، منکر ساتھ ساتھ قد بھی اٹھاتے
رہو۔ ہمیں کافی چلن ہو گا۔“ کھڑے رہے۔ درمیں کہا۔

”پہلے کتاب، آپ سے اسی سائے سے ملنے کا اشتیاق تو ہمیں بھی ہے
ہو گیا ہے۔ فاروقی بولا۔

”وہیے ان کا نام ان سب یوں سے لی دی سائے بھی تو ہو سکتا
تھا۔“ فرزانہ نے عرض کیا۔

”وہی بات ہے ار۔ کسی سے نام پر مڑیں نہیں کرنا پڑے۔ محمود
نے گویا نصیحت کی۔

ن کا قافلہ چل پڑا۔ اب وہ نیچے اتار رہے تھے۔ آؤ گئے تھک چکے، رہے
کے بعد وہ ایک سرنگ کے دہانے پر پہنچے۔ سرنگ کے دہانے پر دس آدمی رہائش لیے
موجود تھے۔ انہیں دیکھ کر انہیں شہر ہو گئے۔ سرنگ پہاڑوں کو تراش کر بنائی گئی تھی۔
اسے دیکھ کر انہیں بہت حیرت ہوئی۔ ”کے چلتے ہوئے وہ س میں داخل ہو گئے۔ س
کے پیچھے تو مٹی ہی سرنگ میں داخل ہو گئے۔ اس چار سے دس آدمی اندر ہی آ گئے اور
اسی وقت کی طور نے نہ جانے کیا کیا کہ سرنگ کے دہانے پر ایک بڑا سا پتھر رک آ یا۔
گویا اب سرنگ کا راستہ بند ہو گیا تھا اور شاید باہر سے سرنگ نظر بھی نہیں آ سکتی تھی۔
وہاں بند ہوتے ہی اندر روشنی ہو گئی۔ سرنگ کے سوراخوں میں سے روشنی پھونسنے لگی۔
ان کی حیرت بڑھتی جا رہی تھی۔ اسکی کسی سرنگ کی موجودگی کے بارے میں انہیں کچھ
معلوم نہیں تھا۔

اب ان کا سرنگ میں شروع ہوا۔ انہیں نہ جانے کیوں چپ سی سرنگ مٹی
تھی۔ یہ خیال سب سے پہلے فاروق کو آیا۔

”یہ معلوم ہوتا ہے، جیسے سرنگ کو دیکھ کر ہمیں ساپ ہو گیا ہو۔“ اس
نے پر سکون آواز میں کہا۔

”صرف ہمیں، بلکہ ہمارے دشمنوں کو بھی۔“ محمود مسکرا دیا۔

”نہیں، میں یہ یہ سرنگ تم لوگوں کے لیے مٹی کی چیز ہے؟“ فرزانہ
بولی۔

”ہمارے بپتی نہیں ہوتی۔ اس کی تیاری میں برسوں لگے ہیں۔“
”تو کیا اس سرنگ کا دوسرا سر نہوار سے ملک تک چلا گیا ہے۔“
پھر حشید بولے۔

”ہاں، اصل یہ وہی ہے جہاں مٹی ہے کہ ہم سب جی چاہے، تمہارے
ملک میں مل جاتا ہے۔“

”پھر ہی ہو تم نے ہم لوگوں کو قید کر لیا۔“ خان اسان بڑبڑائے۔
”وہہ نیسے جہاں تم لوگوں کے لیے کس طرح چھوڑا؟“ کھڑے نے حیران
ہو کر کہا۔

”سب ہم اس سرنگ کو بند تو رہائش گاہ، خان اسان بولے۔
یہ سب مٹی خوب بھی نہیں نہ جانے کسے دیکھتے ہیں۔“ کھڑے نے غصے سے
لہجے میں مسکرایا۔

”نہہ“ بھابھانے گا۔“ انہیں حشید سے کدھے چکائے۔

سرنگ میں کسی تھیں گئے تھک چل پڑا۔ ان پر تھکاوٹ سوار ہو گئی اور
پھر تھیں گئے بعد میں جا کر کسی سرنگ کا دوسرا دہانہ نظر آیا۔ یہ مد نہیں تھا۔ یہاں بھی

دس مسلح فوجی گھڑے تھے۔ نہیں کیونکہ سیدھے ہو گئے اور نہ دوسرا ہوا۔
 بھی ان کے پیچھے یا رفل ہے۔ کہ غار سے یہاں بھی آجائے کیا کیا۔ وہ بند
 ہو گیا۔ اب اس سرنگ سے وہ آتا رہا ہے۔ وہ ہے آکھیں چار چار
 کروڑوں کو بولی اینٹوں کی نظر آجائے جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ سرنگ کا
 اس جگہ ہے لیکن نظر نہیں آتا۔

”میں بے زبان جھلڑیاں کھول دو۔ میں سوہرت نہیں رہی۔“ انا پھر
 سے پہلے ”جھلڑیاں کھول دو کہیں“ سے مل گیا۔ ایک اور خصوصیت ”ارمہ
 کے تلے حزام سے گرا۔“

”سنسہل کر۔“ دلپکڑ جیسیہ گھبرا کر اس کی طرف بڑھے۔

’خیر! کوئی علامت نہ تھی، یہ ابی موت ہے، چنانچہ حرکت
 ”اور نرے ہوئے کہ لہذا جلد موت میں طعن کیا جاتی ہے۔“
 اپنی مشیدہ صاف فہم۔ سامعین میں سے محو ہو گئے اور ان کے اندر صحت پر اثر تھا۔
 ”خیر! یہ تم فیک تو ہو؟“

نئی دنیا، جس ٹھیک ہو۔ اور چلو! کیا تم شاید رنگ کی یہ ہو
 تر ہو گیا ہے!

”بہو! کیا کہہ رہے ہو۔ سرنگ تو اب تو بٹھکا ہے۔“ کی خیرے میں کر

”اچھا، یہ بات مجھے معلوم نہیں تھی۔“ محمود نے کہا۔

وہ بھر چلے گئے۔ ایک بار سڑک روک کر دیکھ کر عمودی پٹا میں مکرر نہیں مگو۔
اب ان پٹانوں کے دوسری طرف دشمن ملک میں پہنچ چکے تھے۔

”ابھی اور کتنا پھول چلتا ہے مسز کی طرف؟“

”میں سو تو میں اب ختم ہوئے کے قریب ہے باقی ماند دوسرے ہم بھی ہیں
 بڑے ہیں۔“

”تو ابھی مور بھی خرابی ہے۔“ تھڑکاتے ہوئے جواب دیا۔

’ہاں، مسندِ اِی سائنس تم لوگوں کا یہ سائنس تو اتنی نہیں کر سکتی تھی۔‘

’جے مکی چٹ۔ اب ہم تمہارے قیدی ہیں۔ کیا کہہ سکتے ہیں، جس قدر رحمتی چاہتے ہیں وہی ہو، مگر یہاں تو اس قدر پیدل چلاؤ گے کہ اللہ کا نام۔“

6 روق نے چلے گئے لیکن کہا۔

”گو یا خدا سے جب ہمیں بھی قہر ملتا ہے تو اس کا راز اس لئے ہے کہ وہ “کما حقہ” سے
عکس کر رہا۔

آپ ایسا موقع ملے تو ضرور بتائیں گے۔ دپے مسٹر مائڈلر تھا۔ نام یہ ہے۔

محرم میں "اس" ہے بتایا۔

”مردبان، یہ سنا ہو۔ کیا تم کوں کام کرنے سے پہلے ہمت نہ کرے
کے عادی ہو۔ مارتق سے حیراں ہو رہا۔

یہ بات تو تم سے بالکل خفیہ تھی، لیکن یہ امداد تو تم سے اس طرح لگایا گیا،
تو ظم بڑھ جاتے ہو؟" سکالرز نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”علمِ عموم تو کس کا علم ضرور عادتاً ہوں جیسا کہ کے مطابق یہ لکھ دیتا ہوں کہ موت تہا رہے ہر پیکھل رہی ہے۔“ فاروق نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”س نہیں۔“ اس نے خوف زدہ ہو کر کہا۔ اور جلدی سے سر کے اوپر دیکھا۔

”کیوں نہ کرے۔ میرے سر کے ہاتھ کچھ بھی نہیں ہے۔“

"اب اتنا بھی جھوٹ نہ ہو سزاوارت، تمہارے سر پر کم از کم آہاں تو ہے۔"

"تمہارا کس غور ہاں۔ اس نے بھٹا کر کہا۔
"وہ مجھے افسوس ہے۔ میں بھول گیا تھا اور مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ کو اپنا نام بتا کر ہے۔ فاروق کہہ گیا۔

"آج میرا نام سچ کہہ رہا ہوں۔ اس نے فرمایا۔
"بہت بہتر مسٹر فاروق۔ کس قسم پر۔ پچھلے سچ" کہہ کر وہ بھاگ گیا۔
"بہت بہتر مسٹر فاروق۔ اس نے اس سے دو جیسے کیے۔ وہاں سے اسے فوراً دیکھا۔

"نئی بات سے فاروق، کس قسم نہ والا۔ ہم اس سے قیدی تھے۔ یہ ادارے ساتھ رہی یہ سلوک کریں گے۔" محمود نے گویا اسے نڈھالی اور بھی یہ سلوک سے تمہاری یا مراد ہے؟" فاروق نے جیسے اس پر کہا۔

"مطلب یہ کہ یہ سلوک تو یہ کریں گے ہی۔ تمہارا بدلتا ہو رہا ہے۔
"میں سے بھی وہ ہاتھ آگے بڑھا جائے گا۔"
"تو تمہارے خیال میں میں بدلتا ہوں۔" فاروق نے سے پوچھا۔
"اے لکچر میں کہا۔"

"ہاں بالکل ہو۔" محمود نے کہا۔
"کیا کہا، بالکل ہو۔ اچھا تمہارا بھی تھا ہوں۔" یہ کہہ کر فاروق محمود کی طرف بچھا۔

"ارے ارے یہ کیا؟" انسپکٹر جمشید پوچھا اٹھے۔ فوراً ہی گھبرا کر آگے

دوڑی ہوا چہ وہ اس سے کراہی۔ وہ زور سے کڑی اور وسوسہ جلی گئی۔ پھر اٹھی اور چلی کر

"فاروق، میں تمہیں مہربانی کر رہا ہوں کی تمہاری وجہ سے مجھے یہ دوست ہے۔" یہ کہہ کر وہ اس کی طرف دوڑی۔ اتنی دیر میں محمود کو پچھلے کے صاف کڑ ہوئی کہ اب فاروق کو اس کے پیچھے اور دراز۔ فاروق کے پیچھے بے شمار سے تھے اور انسپکٹر جمشید اس سے اس کے پیچھے دوڑنا شروع تھے۔
"ہو، کیا ہوئی ہے تم لوگوں۔" پھر تو خیال کر دے۔ یہ لوگ کیا لکھیں گے، یہ قیدی ہیں۔ یہ وہی مسٹر فاروق ہے۔ پھر اس کی طرف مڑے۔
"اس میں اتنی ہی دیر نہیں ملتا، یہ پاگل تو نہیں ہو گئے۔"

"اچھا، انہوں نے کہا اور دوڑا گاوی۔
"مسٹر فاروق، کس قسم کہہ لوگ کوئی چار تو نہیں چل رہے۔ یہ قیدی سے۔ اس سے وہ غور ہاں تا کی لگتی تھی۔

"چنانچہ چل کر بھی یہ رہیں گے۔ اپنے ملک میں تو کچھ نہیں گئے یہاں رہیں گے۔" وہاں سے اس نے کہا اور دلچسپ لہجہ سے اس کو دیکھ لگا۔
"گو پاگل آئے تھے، وہاں جا رہا تھا۔ فاروق بھی کچھ کم تیز نہیں تھا۔ اور دراز۔
"اے کاہوت سو رہا ہو گیا تھا۔ انسپکٹر جمشید ان سے کافی پیچھے رہ گئے تھے اور یہاں لگا۔
"یہ سب کچھ کی سر فہرست کو نشان کر رہے ہیں۔ اور اس میں اس کی پہچان کی

"توڑے اساتذہ تمہارے ساتھ کیا کر رہے ہو۔"

"مہربانی۔ مجھے کس قسم کا ڈر ہے۔" یہ وہی مسٹر فاروق ہے۔

پھاڑی اُلو

دُشمن سے دوڑنا کافی ہے۔ اب حارث نے غم سے رہنا مناسب نہیں
تھا۔ یہ تہذیبِ ریشم پر افسردہ و دوسیت پئے تر گئے۔

”میں اب تو مجھے پہچاننا۔“ انہوں نے کہا۔

”کی سیں۔“ بگڑا اور چاگڑ پر لوگ آتے لی اور حارث کا بڑا بگڑا شروع
کر دیں گے۔ ہمیں اس سے پہلے پہلے بہت ”فلک جانا“ ہے۔ ”نہ اور“ مختلف
سمجھوں میں کہان کی تھی سے اب رہا جائیگا۔“

یہاں تم سے مجھے نہ ملے پر تم سے ہے صحت کے کا سے اس طرح
ہماری ”پاں“ کا ہے۔ ”نہ اور“ کہوں سے ”پاں“ کا ہے۔ ”نہ اور“ کے
کے

کی سیں۔ یہ گئے ہم سے بہت ”پٹا“ ہیں۔ آپ خیر۔ یہاں یہ سب
نہیں۔ یہاں ہیں

چراغوں جیسے تمہاری عرصی ہوں سے بے چارے۔ یہاں سے

و۔ تمہارا کرتے پتہ کے ساتھ ساتھ وہ دست بھی تبدیل رہتے

م۔ م۔

”یہ اچھا نہیں ہے کہ یہاں رہیں گے۔“

”میں نہیں بہت بھاگتا ہے، اور نہ میں اس کے مجھے چاہتا ہوں۔ میں مشکل
ہو رہا ہے۔“ حارث نے کہا۔ ”میں نہیں بھاگتا ہے، اور نہ میں اس کے مجھے چاہتا ہوں۔ میں مشکل
ہو رہا ہے۔“

”تو یہاں ہوا جاں وال میں سے چند ایک سے دست بردار جنگ تو لڑی
ی جا رہی ہے۔“ حارث نے چہرہ کر کہا۔

”اور وہاں تم لپٹ کر کہتے ہو۔“ یہاں یہاں ہوا جاں وال میں سے چند ایک سے دست
بردار جنگ تو لڑی ی جا رہی ہے۔“ حارث نے چہرہ کر کہا۔

”اب سب لوگ اچھا اچھا نہیں ہیں۔ میں نہیں چاہتا۔“ حارث نے پتہ
پتہ میں سے ہوا جاں وال میں سے چند ایک سے دست بردار جنگ تو لڑی ی جا رہی ہے۔“
حارث نے چہرہ کر کہا۔

”تو یہی گدا بہت شاد و ہر کیب ہے۔“ حارث نے کہا۔ ”میں نہیں چاہتا۔“ حارث نے پتہ
پتہ میں سے ہوا جاں وال میں سے چند ایک سے دست بردار جنگ تو لڑی ی جا رہی ہے۔“
حارث نے چہرہ کر کہا۔

”اب اس کا بھی مکان ہے لیکن یہاں کا رہا۔“ حارث نے کہا۔ ”میں نہیں چاہتا۔“ حارث نے پتہ
پتہ میں سے ہوا جاں وال میں سے چند ایک سے دست بردار جنگ تو لڑی ی جا رہی ہے۔“
حارث نے چہرہ کر کہا۔

”خوب حال سے لفظ درمیان میں رہ گئے۔“ حارث نے کہا۔ ”میں نہیں چاہتا۔“ حارث نے پتہ
پتہ میں سے ہوا جاں وال میں سے چند ایک سے دست بردار جنگ تو لڑی ی جا رہی ہے۔“
حارث نے چہرہ کر کہا۔

کالی فاصلے پر کرتے چلے گئے۔ بے پروا حرکت میں آئے۔ اور اس بارہ کی طرف بڑھنے لگے جس سے کھیت میں داخل ہونے تھے۔

تقریباً آدھ گھنٹے تک چلے رہے کے بعد وہ مارے کے نزدیک پہنچ گئے اور انہوں نے درمیان سے انہیں میدانی طلاق کسی قدر نکرا۔

”پہلے صرف میں کٹا رہے تک جاؤں گا، مگر تم لوگ آؤ گے۔“ وہ دہرایا تو میں خاموشی سے اس کی پشت آؤں گا اور تم دونوں کو نشانہ بنائے گا۔“ انہوں نے دہرایا اور میں بہا۔

میں ابابا، آپ شہر میں طعن کریں گے۔ انہوں نے تو یہاں مناسب نہیں رہے گی۔“ فردا دن نے اعتراض کیا۔

ابابا، یا تمہارے خیال میں یہاں کی حالت میں۔ میں کہتا ہوں کہ یہاں کی پہاڑی الو بھی تو ہوتے ہوں گے، جیسے پہاڑی مڑے۔ وہ دہرایا۔

پہاڑی مڑے ہوتے ہوں گے پہاڑی تو بھی لپکتا ہے۔ اس طرف دھڑک دھڑک ہیں تو، انہوں نے اور اس پر ہلکے سے تپتے ہیں۔ اور یہاں سے ہوتے ہیں۔

”پہاڑی مڑے ہوئے حالت سے دھڑک رہا ہے۔“ وہ دہرایا۔
 انہوں نے ہار آگے بڑھ گئے۔ پانچویں میں ہم آگے۔ اور ابابا نے ہار دھوپ بہت تیز تھی۔ دوسرے کے نزدیک آ کر روک گئے۔ ابابا دھوپ سے ٹپٹپٹے ہوئے تھے۔ پہاڑی اختیار کرتے ہوئے انہوں نے سر مارے سے ہار نکالی۔ اس کے قریب کوئی چوک کھڑے تھے۔ لیکن ان کی نگاہیں تھوڑے کے اوپر ہی اوپر چاروں طرف حواف کر رہی تھیں۔ شاید وہ یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہے تھے کہ ان کے قیدی کہاں ہیں۔ انہیں حشید نہایت خاموشی سے وہاں سے اڑے اور پے سار تھوڑے

کے پاس پہنچے۔

”وہاں میں نہیں ہو جو میں۔“ انہوں نے سرگوشی کی۔

”تب تو میں سے بننا چاہتا ہے۔“ انہوں نے دہرایا۔

”ابابا، لیکن یہ اتنا آگے نہیں ہوگا کیونکہ ہمارے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔“ پروانہ دہرایا۔

”ہم اس سے ہاتھوں اور پیروں سے لڑیں گے۔ اس کے ساتھ ابابا کوئی

صوت نہیں۔ آواز نہیں۔“ وہ دونوں بیٹائی پڑے گا۔ لیکن ہماری کوشش یہ ہوئی

ہاں یہ۔ یہ کام نہایت خاموشی سے تمام دیا گیا۔ شوچی نہیں اور تمام کے تمام انہیں

کھڑے کی طرف لائے نہیں۔“ خانہ رحمان نے کہا۔

تب بچوں پر چڑھنے کا پروانہ مناسب نہیں رہے گا۔ فردا دن سے

پر خیال سمجھ میں کیا۔

”تجربہ کوئی پہاڑی کب سے کے لیے تیار ہو جائے۔ فاروق نے

۔ جہی آواز میں منہ سے نکالی۔

موتوں سے کاہوں تک اگر ہم میں سے کسی کی سرگوشی بھی کئی تو میرے

۔ یہاں میں گئے۔“ انہیں حشید نے دہرایا اور میں بہا۔

ابابا، فرار۔ جلدی نہ ہو۔ یا بہت چاہتی ہو۔“

ابابا، میں میں سے ایک ایک کو انہوں کے اندر سمجھنے کی کوشش

۔

وہاں بہت خوب صورت۔ یہ وہ ترکیب ہے جس سے سانپ بھی

۔ انہیں میں نہیں ہونے کی۔ انہیں حشید نے ہر خوش آواز میں کہا۔

ابابا، جان فردا دن نے ابھی ترکیب کہاں بتائی ہے۔“ فاروق نے

مرد و خاتما اور چو فیصلہ ملاؤں اس کا باہمی حکم ہے۔

”اے ڈنک! یہ ڈنک کے ساتھ دوں گی میت میں رو گیا۔ یہ لوگ نذر کیا کر رہے ہیں۔ محمدؐ میں حیر لیتا ہوں۔ تیرے آواز میں وہ ایک بار پھر بچ گئے۔“

تیسرا اشارہ جو کہ اس کی روح آیا وہاں تھا کہ اس کی طرف سے یہ رو
دار نگر ماری اور اصرام سے اور اس مرتبہ کے بہت دور سے ہے۔ خود ہی آواز
میں

"انکس، اوما عید تم کو تو نہیں پڑے گا مگر میں۔"

دشمن سے چاہت پٹنا صاف اور جان، محاسن و ناموس کی بے تحاشہ بازی وہ
 راز سے کرے اور اگر اس وقت پہلے مشہور نہ ہو جاتا تو وہ اس کے سرور
 رومی ہو گئے تھے، کیونکہ اس دشمن کے حوت سے پہلے کے وہ تھے اس سے
 جوت کا پکارا تھا اس کے سر پر مارے لی دشمن کی بھی نفس کی بے تحاشہ بازی میں
 غیبت مائی۔ اس کے مشید سے سے باطن سے بے رکھتے باطن میں اس وقت ایک
 آواز مہرئی

”اور ضرور گزرتا ہے آؤ، بیٹیں۔“

اب جھڑپا چکیا۔ اور رانا مناسب کہیں تھا قبلہ پر رشید سے ایک
بھر پورا ہاتھ دھکس کر نام پر کیا۔ اس نے اس سے یکے بعد دیگرے کئی بار
دوسری طرف الٹ گیا۔ ساتھ ہی باہر سے گویا لی جاڑھ مار گئی۔ وہ فوراً
گئے اسپتال رشید سے وہیں کمر پور لھواریں اس سے اور رسید میں اور پھر جلدوں سے
اس کا ملت پروف اس کا تار کیا۔ ابھی تک ہی پائے تھے کہ سات آدمی اس سب پر
نوب پڑے۔ اب گئے کہ حیات میں خود یہ جنگ ہو گئی۔ راجہ کی سبھیوں

مرح استعمال ہوے گئیں۔ کوں چلاے کا موقع بہ نکل چکا تھا۔

محمود، قاروق اور محمد نادر ہر مشن میں تھے۔ یونٹوں کے خیموں پر بیٹ پر وہ سب بھی تھے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹہ رہتے۔ انہوں نے بجائے ہر محکمہ دینے کا کام شروع کر دیا اور دشمنوں کو چکر پر چکر دیے گئے۔ اسپیکر مشید اور خان رحمان کے ہاتھ ٹپکی بھی تھرتی سے چل رہے تھے۔ وہ چاہتے تھے ان کے ہاتھ ساتھیوں کے اس طرف متوجہ ہونے سے پہلے پہلے سادگوں سے فاصلہ ہو جائے۔ انہوں نے دو آدمیوں کو قوسوں میں آگ میں رہ کر لکھا دی۔ تین لوگوں، قاروق اور محمد نادر نے بھیے ہوئے تھے۔ ہاتھ ۱۱ ان سے مقابل نکلیں گے۔ آپ اور اس نے دیکھتے سے نیت شروع کر دی۔ اسپیکر مشید سے ایک کوفی دیا۔ نکلیں اس کے پیچھے سے ایک انجی کے واسطے سے نکل گئی۔ ساتھ میں دشمن کے سر پران کا احباب رہا۔ سے لگا اور دو گرجا۔ ساتھ ہی انہوں نے دائیں ہاتھ میں پڑی رائفل کا کندہ اس کے سر پر دے مارا۔ خان رحمان اور دوسرے دشمن نے درمیان نکلیں باقاعدہ لاشیں کی طرف چل رہی تھیں، وہ ایک پروار روک رہے تھے اور انہی سے مل رہے تھے۔ چوبیس اس کی رائفل نکلیں دشمن کی گردن کو پھونک کر ماری۔ دونوں نے جرح دیکھی تو محمود وندہ وار ایک دشمن کی نکلیں لے کر جان دے رہا تھا۔ قاروق ایک دھڑ سے میں پناہ لگا کر دشمن کو تھما رہا تھا۔ محمد نادر نے پانچ دے رہی تھی۔ دونوں نے دھڑکاتے ہوئے پانچ منٹ بعد میدان ان کے ہاتھ تھا۔

”اب تم لوگ بھی جلدی جلدی پست پروں بہاؤ چکن ہو۔“ وہ بولے۔

محمود کا وقتی اور عوامانہ حیثی سے اس کام میں مصروف ہو گئے۔ اب اس
 سے باز رہیں۔ جس شخص اور لباس بھی ملے۔ اس پر وہ تھے۔ وہ پہلے کی نسبت وہ بہت
 بھرپور تھے۔

کہا۔

ڈی سائٹ ہمیں بتا فیدو، ایک چاہتا ہے، کیوں دیکھ چاہتا ہے، یہ ہمیں معلوم نہیں۔ اس کے قریب جانا گویا اس نے وہ پیش پورن کر کے دے دیا ہوگا۔ بہرگورق رلر ہے جا میں گئے۔ اگر گرفتار ہوئے، تباہی شوق سے تو شوق سے چلے جاؤ۔" فرار سے جلدی جلدی کیا۔

"کیا خیال ہے، ادا جاں؟"

"بھی دست دراصل یہ سے کہ ہم سے رتف کی طرف تو جاسیں سکتے۔ طر ہے خلاف سمت میں ہی جا میں گئے۔ یادوں میں بھی ہیں ضم سکتے جلدی وہ سے پکے پر صیغوں کو ہنگامہ شروع روائے گئے اور اس کی ناکر بدلی بھی کرا دی جائے گی۔ اس وقت ہم تو دو سے ہیں محسوس ہیں گئے۔ جلد کیوں۔ بہر اس وقت سے پہلے ہی صیغوں سے نکل جا میں۔ پہلے مشید سے تو بہر پیشی۔

"بالکل ٹھیک، میں بھی یہی کہے،" اخ۔ جاں رہاں ہوئے۔

"تو پر چلے۔ جو ہوگا، یہاں سے گا۔ اس بار جس ملک کی یہ یہی

تھی۔ محمود نے کہا۔

وہ تیزی سے خلاف سمت میں چل پڑے۔ خودوں اور اس سے ساتھی سرنگ تک پہنچنے کی امر انگری میں صیغوں پر توجہ نہیں دے رہے تھے۔ یوں بھی نہ کہ اپنے ساتھیوں کی وجہ سے گئے کے کھینوں میں مل جل بھی ہوئی تھی۔

اچانک انہوں نے نیلی کا پتروں کی آوازیں سیں۔ ان کے کان کھڑے ہو گئے۔ اوپر نگاہ کی تو چار نیلی کا پتروں چلے آ رہے تھے۔

"تو یہ لوگ اسی لیے کھینوں سے نکل رہے ہیں۔" اپنڈ مشید فکر مند

ہو گئے۔

"جی کیا مطلب؟ کس لیے نکل رہے ہیں؟"

"نیلی کا پتروں پر یا تو فارنگ کریں گے یا پھر دھوکے کے ہم، یہی گئے، تاکہ ہم ہو کھلا کر باہر نکل آ سکیں۔"

"مہود۔" ان کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔

"جب پھر کیا کیا جائے؟"

اس جس قدر تیز چلن ممکن ہے، چلو۔ اور ہم کرسی کیا سکتے ہیں۔ نیلی کا پتروں سے اگر فارنگ شروع ہو جائے تو پنے کے بل ریٹ جانا اور گردہ میں کے گردہ۔ جا میں تو پھر بے ہوش ہو جانا۔" اپنڈ مشید ہوئے۔

نیلی کا پتروں سے ہوش ہو جانا۔ فاروق سے جس نے ہا کر لیا۔

ہاں ہو کھلا کر صیغوں سے باہر نکل۔" اس کا مطلب گرفتاری کے سوا کچھ نہیں ہوگا میں۔ ہم صیغوں کے اندر ہی بے ہوش ہوئے تو شاید اس میں تلاش نہ

ہیں۔

"ٹھیک ہے۔"

اسی وقت گونوں کی ڈانڈ شروع ہوئی۔ نیلی کا پتروں سے شروع ہو گئے تھے، ہر کھینوں کے اوپر سے سر۔ کی طرف چلے جا رہے تھے، نہیں وہ اس سمت میں نہیں تھے۔ نیلی کا پتروں کا جو پاؤں رنگہ کرتے تو اس صورت میں نہیں گویوں کا سامنا نہ پڑتا۔ جلدی، اطمینان سے چلتے رہے۔ چانک فرار ہوئی۔

"کہا جان، انہوں نے اپنے رخ تبدیل کر لے ہیں۔"

"تو پر چلے کے بل لیٹ جاؤ، اللہ ہی ہمارے حفاظت کر سکتا ہے۔ اس لوگوں نے تو کوئی کسر نہیں چھوڑی۔"

وہ نیلی، زمین پر لیٹ گئے اور خدا کو یاد کرے گئے۔ وہ بہر نیلی کا پتروں

"مم، میری۔ ارے ہاپ رے، مگر انہوں نے چلتے کود کچھ لیا تو یہ ہوگا۔" انہوں نے کاپ کر لیا۔

"کچھ بھی نہیں ہوگا۔ آپ فور ہاتھ اور پاؤں اٹائیے گا اس صورت میں یہ فائر نہیں کریں گے۔"

"لیکن اس طرح میں اس قید میں تو چلا جاؤں گا۔" اسہا سے کاپ کر لیا اور منسرا دیا۔

"تو یہ ہوا نکل، آپ کو تو معلوم ہی ہے، اب اس صیت سے نکل چکا ہے۔ اب وہ اس لوگوں کے ہاتھ نہیں۔ میں نے اسے اس میں بھی معلوم ہو۔ آپ کو کرتی رکھ لیا گیا ہے وہ ہر قیمت پر آپ کو اس سے بچنے میں ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔" اس کی صاف صاف سے کوئی واقف ہوں لیکن اس کے باوجود جانے کیوں جھکا دیکھ رہا ہے۔"

"اچھے نکل، یہ اترتے ہیں لیکن فائز بھونے گا۔ خدائے لیے جلد ہی بچے۔"

"اچھا" انہوں نے کہا اور بچتے ہوئے کھیت سے نکل گئے۔

ان سے اس تہی سے جھانکے گئے۔ انہیں زیادہ فکر پر دھیر و دھکا ہی تھا۔ اب تو وہ یہ سوچنے پر مگن ہو گئے تھے کہ کاش پرویسر صاحب کو اس کمپر ساتھ نہ رہے ہوتے، لیکن اس وقت کے معلوم تھا کہ حالات یہ سن بھیا رہ گئے۔ وہ تو بے ملک کے ایک قصبہ میں یہ قافلہ کار رہا گا ہے آئے تھے۔

پرویسر دودھنے تہی یہ صاف راستہ طے کیا۔ میں اسی وقت کوئی اس جگہ سے منتشر ہوئے گئے۔ پرویسر دودھنے کے ہاتھ ہی پھول گئے۔ انہوں نے دھار تیز کر دی۔ یہ دیکھ کر ان لوگوں کی جاں میں جاں آئی کہ کوئی کھیتوں کے مختلف کناروں کا

رہتے تھے۔ ابھی تک انہوں نے نیچے نہیں دیکھا تھا اور اسی وقت پرویسر دودھنے نے اسے دودھ دیا۔ انہوں نے "دو ایک رہا دودھ دیکھیں گے۔"

اب وہ ان حصوں میں رہتے گئے تھے۔ کھیت کے کنارے سے لکڑیاں لے کر اس میں ہاتھ دیکھ کر کھیت کے دلوں کناروں پر کوئی موجود تھے اور چاروں طرف بھروسہ تھے۔ جہت تو یہ تھی کہ ابھی تک انہوں نے اس مکان کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ لیکن تو سب سے پہلے اس مکان کو دیکھنا چاہتے تھے۔ چانک لو جوں نے اپنی کمر سے حرکت دی اور اس کی طرف چلے گئے۔ اب وہ کھیتوں کی طرف آ رہے تھے۔

میدان صاف ہے نکل، اب اس جائے۔ فارابی ہوں

"چلو تم ہی، ہم اٹھ کر دو۔" خان رحمان بولے۔

میں بھڑک کر، ہم نے اس کی طرف دیکھا۔ اس نے کہا کہ کھیت سے بے نکل گیا

یہاں میں کے ہیں وہ مکان تک پہنچ گیا۔ توئی۔ جائے کہ ہر نکل گئے تھے اس حد تک کہ وہاں کی تھی۔ اسے بھی کوئی خطہ نہیں آیا، پھر تمہارا گیا۔" فریض صاحب

اس نے صیت سے سر ہار لیا۔ میدان اب بھی صاف تھا، لہذا وہ بھی رانا۔ وہ ہے

میں کوئی مکان میں داخل ہوا تھا۔ اور وہ فوراً اسے بد کر دیا جا تا تھا۔ اس

تہی وہ بد تھا۔ انہوں نے اسے دھبہ اور داخل ہو گئے۔ فوراً ہی اسے

دونوں نے رور سے کئی دھبوں کی "کھیتوں کے" گئے تھے۔ اسے ہائی گئے پھر کمر

نے پھاٹی۔

"ڈاکٹر مان لوگوں کو جلد از جلد ہوش میں لا رہا ہے۔"

"یہ بے ہوش کس طرح ہوئے سر۔" ڈاکٹر نے پوچھا۔

"پہلے آپ نے بے ہوشی سے ہوش میں آگئے ہیں؟"

سروں پر ڈاکٹر نے ہر سادے پر۔

"یہ پوچھا۔ لیکن یہ بھی ہوش میں آجائے۔"

اس نے یہ الفاظ سن کر خود ہی پھر مشید سے یہ راز اور پھینک دیں

"میں نے کبھی کوئی ایسی چیز یاد نہیں آ رہی ہے۔"

"یہ یہ کیا۔ ہم کہاں ہیں؟"

اپنے حسیہ ہوش میں آگئے۔ تم اس وقت مسز ڈی سائٹ کے سامنے

موجود ہو۔ سامنے آن آواز ان کے کانوں سے گزرائی۔

اور وہ وہیں پہلے سامنے کی طرف مڑے۔ اور سامنے آواز

طرف سے آواز سے میں نے کہا تھا کہ ڈی سائٹ ہے۔

"تو تم ڈی سائٹ ہو۔" انہوں نے حلقہ سے سوئے۔ سامنے آواز

کہا۔ یہ ایک بہت لمبا آواز تھا جیسا کہ بہت صحت مند۔

"ہاں، میں اسی سائٹ ہوں۔ یا تمہیں مجھے سائٹ خوش نہیں لگتی؟"

تم تم پوچھے ہو ہو۔ میں یہاں کیوں پڑا ہوں؟ اس نے نہیں

دکھائی ہے؟

تمہیں وہیں بھی تھا۔ تمہیں سوائٹ کے جواب اور گاہک

اس کے ساتھ میں کو ہوش میں آجائے۔"

بہت دیر۔ میں ٹکٹس پر رکتا ہوں۔ انہیں حسیہ ہوش میں آجائے

دیو میں یہ جیسا کہ پہلے کہانی میں ہوش میں آجائے۔ اس نے

"لوہاں یہ کیا مشکل ہے۔ خیر ہے، میں دیکھتا ہوں۔"

یہ کہہ کر انہیں حسیہ ہوش میں آجائے۔ اور انہیں باری باری منہ ہوش

لگے۔

"انہیں بھی ایک تک سوتے رہو گے۔ وہ نہیں، یہ سوک رہے ہیں، یہ تو

بے ہوش ہیں۔ ہاں تو انہیں بھی ایک تک بے ہوش رہو گے۔ اتنا بے ہوش رہنا بھی

دوست نہیں۔"

انہیں ملی آگئی، جس وہ اس فنی کو چہروں پر نہ لائے۔ اندر ہی اندر سکرار

راہ گئے۔ انہیں حسیہ دراصل اس وقت ایک حواس یافتہ انسان کا راز اور کر رہے

تھے۔

خیر، میں نے ایک ایک کر کے انہیں کھول دیں۔ خانہ رحمان

خیر، میں نے انہیں کھول دیں۔

"ہم۔ ہم کہاں ہیں جیسی؟"

"ہم کی قہر میں، اور دیکھو، یہ مسز ڈی سائٹ ہیں۔"

"رے، اچھا بہت شوق تھا اس سے ملنے کا۔" یہ کہہ کر وہ ہوش انداز میں

ڈی سائٹ کی طرف لپکے اور خوش ہو کر بولے

"پہلے سے مل کر بہت خوش ہوئی ہوئی جناب، میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم

خوش بھی ہو سکتی ہے۔"

"تم کوں ہو؟" ڈی سائٹ نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھائے ہیرہ۔

میرے پر غصہ کے آواز تھے۔

"ہم، میں کون ہوں جیسی؟" وہ ان کی طرف مڑے۔

"خانہ رحمان ہو میرے بہترین دوست۔"

نہ۔ یہ غور ہاں نہیں ملتا آدمیوں کو نہیں پکڑا دے۔" ڈی ساٹھ سے
بوختا رہا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے اسے جو اس ہاتھ لوگ اسپتال مشید اور اس
کے راجھی نہیں ہو سکتے۔" ساٹھ نے جلدی سے کہا۔

"غور ہاں کو بلاؤ۔ میں اس کی کھال اور جڑوں کا۔"

"بائیکل ٹیبلٹ وہ ہے بھی اسی قاتل۔" فاروق نے خوش ہو کر تان ماری۔

"کس قاتل؟" غور ہاں نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"کمار جیسے جاب۔" قاتل۔ ایسا نہیں تھا، ہمیں کس طرح پتہ

تھ کہ اس کی طرح پکڑا دے۔"

"ہاں اس پر ٹھیک ہے۔"

اسی وقت غور ہاں غور اٹھ ہوا اس کے چہرے پر یہ یاد آ رہی

تھیں۔

"غور ہاں اب فیئر ہے تم کئی لوگوں کو پکڑا دے گی۔"

"اسپتال مشید اور اس کے بچوں کو سرانجامی لوگوں کے۔" اس نے آپ ہی

بد بات تھیں اور مسٹر کبیر بھارتی سے اس مسئلے میں ہماری ہر طرح مدد کی۔ انکی کے

مصلوبہ کے تحت تو یہ لوگ قصبہ جالوم تک پہنچے ہیں۔"

"مجھے پوری تفصیل سناؤ۔ میرا جیسا ہے یہ لوگ جمشید اور اس کے بچے

نہیں ہیں۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے سر؟"

"میں نے کہا ہے تفصیل سناؤ۔" ڈی ساٹھ نے غور کر کے غور ہاں

کا پٹھا اور جلدی جلدی تفصیل سنا۔ گاؤں آخر خاموش ہو گیا۔

"ہوں۔" ڈی ساٹھ نے کہا اور اس کی طرف گھورا۔ یہ اس کی "تھیں
تھیں گئی تھیں۔"

"کیوں، کیا تم انکا جمشید ہو؟"

"اس میں کیا شک ہے۔" انہوں نے کہا۔

"اور یہ غور ہاں قاتل اور غور ہاں ہیں۔"

بائیکل ہیں۔ وہ ہے۔

اور یہ دو لوگ کون ہیں؟ اس سے جاں رسواں اور پڑوسیروں کی طرف

دیکھا۔

"تھیں بہت ہی قریبی دوست ہیں۔"

"ہوں، غور ہاں۔" پٹے میں انکے بھارتی سے بات کروں۔ جب تک یہ

نہیں ہو جائے کہ یہ لوگ اسلی سپر مشید و میروی ہیں، اس وقت تک میں یوں

انکی ٹھکانہ پتا۔

اس سب سے پہلی میں جناب، انکی ہمارے ملک میں اس لوگ

میں طاوت شروع نہیں ہوئی۔" فاروق نے کہا۔

اس سے جب فاروق کا جلد سا ہی نہیں۔ لوگ پر کمر کھاتا رہا۔ جلد ہی سلسلہ

میں گیا اور اس نے کہا:

یہ بھارتی، انکی یہ کیا چکر ہے۔ جس لوگوں کو تم نے غور ہاں کے حوالے

کے دو اسلی سپر مشید لگتے ہی نہیں۔" یہ بہ کر دوسری طرف کی بات سننے

کا پٹھا

ہم بھی تم حدود کی کر لو کیا یہ لوگ اس وقت درحکومت میں موجود

ہیں۔ اس انتظار رہ رہا ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا اور انہیں

گھر لے گا۔

”آپ نہیں کریں جناب، ہم بالکل اسل ہیں، جس دور یہ تو تائیں، آپ

ہم سے چاہتے کیا ہیں؟“

”تمہارا چارہ ڈالوں گا۔ اس سے منہ بنایا۔

”جب ہمارے اسل بدلے گئے تو یہاں قہر پڑا ہے۔“

”تم لوگ اتنی سالی سے میرے قہر میں جاؤ گے، میں سوچتی تھی

سکتا تھا۔“

”بات دراصل یہ ہے جناب کہ ہمیں وفات ہم حاس ہو کر بھی دشمنوں

کے قہر میں آ جاتے ہیں۔“

”وہ کیوں؟ اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

”اس میں جو ہے وہ دشمنوں سے مل کر بہت خوش ہوتی ہے۔ نئی پوچھتا

ہے، ہر وقت جو ہے وہ دشمنوں سے ملاقات ہوتی رہے۔“

”مہربانی کر کے تم حاسوش ہی رہو، تمہاری مائیں میری کچھ سے ہمارے

ہیں۔“

”آپ کی ہی نہیں، اور بھی بہت سے لوگوں کی کچھ میں رہے ہیں۔“

نے لہجہ دیا۔

”جی ہاں، ان بہت سے لوگوں میں یہ خود بھی شامل ہے۔“

”ہم نے مانا، ہم بہت آسانی سے آپ کے قبضے میں آ گئے یہ بھی نہیں

ہے کہ ہم آپ لوگوں کی چالوں کو کچھ نہیں سکتے، لیکن سوال یہ ہے کہ یہ سب یا نہ

گیا، آپ کو ہماری اسکی کیا ضرورت پڑ گئی؟“

”میرے ملک کے سربراہ کا حکم یہی تھا کہ تم لوگوں کو اپنے یہاں قید نہ

جائے۔“

”آپ کے ملک کے سربراہ کا حکم۔“

۔

”ہاں، دراصل وہ تمہارے ملک میں اپنے بھٹوں کے درمیان کچھ کام کرنا

ہو رہے ہیں، جس میں اس قسم کے کاموں کے ماہرین سے انہیں بتایا کہ اس ملک میں ایسے

ان وقت تک آسانی سے نہیں کیے جاسکتے، جب تک انہیں مشیہ اور اس کے

پارٹنر ملک سے باہر نہ لایا جائے، چنانچہ انہوں نے مجھے علم دیا۔ اس قسم کے

ان کاموں کا ماہر مجھے کچھ معلوم ہے۔ میں نے فوراً اکبر پورانی سے رابطہ قائم کیا۔

رہم پورانی قصہ جانور یا پھر دوسرے لشکروں میں تمہارے ملک میں ہمارا کچھ نہیں

ہو سکتا ہے اور اس وقت تک حاس مقام حاصل کر چکا ہے۔ میں نے اس سے رابطہ

کر لیا۔ اور پتا مسطورہ سے بتایا۔ مسطورہ کی تمام تفصیلات میں پہلے ہی طے کر چکا

ہے کہ صورتی تو اس بدایات کے مطابق عمل کرنا تھا، چنانچہ اس نے عمل کیا اور نتیجہ

جو بہت فائدہ پہنچا وہ یہ ہے۔“

میں تمہارے ملک کے صدر ہمارے ملک میں کیا کام کرنا چاہتے

”یہ بہت معاملہ ہے۔ ہم نہیں میں اسکی باتیں نہ پوچھتے ہیں نہ بتاتے

ہم نہ دیکھتا جاتا ہے۔ یہ معاملہ بھی رہے کہ وہ کیا کرنا چاہتے ہیں،

میں تو اس بات کو کہہ سکتا ہوں کہ اب وہ بڑی آزادی سے اپنے کام کر سکتے

ہیں۔“

حد خیال ہے جناب۔“

”کیا مطلب، غلط خیال ہے۔ وہ کس طرح؟“

"تو ہمارے ملک میں صرف ہم ہی تو نہیں ہیں۔ ہم جیسے ہمارے اور لوگ بھی ہیں اور راستے کے پنج گاہوں میں گئے۔ سب میں سے یہ تو سب سے قریب ہے۔ یہ وہاں رہتا ہے اور محب وطن لوگ بھی ہیں جو وہاں کے حالات پر آگاہ ہیں۔ یہ وہاں رہتا ہے۔ ان لوگوں سے ہم ان لوگوں کا نام بھی سنتے ہیں اور پتا ہے۔ سنا ہے۔ وہ تو وہاں رہتا ہے۔"

"شوق، ان لوگوں سے پتا ہے۔ ہاں، پتہ تو اس سے پتا ہے۔ ان کے بچوں کے بارے میں مجھے پتا لگا گیا تھا لیکن پتہ تو ان کے پاس تھا۔ تمہارے ملک کے طرف سے جس میں وہاں کے لوگ رہتے ہیں۔ ان لوگوں کو پتہ چلنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔ ہاں، انہوں نے اصرار دیا کہ وہاں کے لوگ ان سے بھی جیٹ لیا جائے گا۔"

"تو آپ کو یہ معلوم نہیں کہ صحت احب کیا کام لینا چاہیے ہیں۔"

"نہیں، پورے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ میں تو کس اپنے کام سے فائدہ لے کر رہا ہوں اور وہی کام یہ ہے کہ ہم لوگوں کو پتہ چلے کہ وہاں کون سے لوگ ہیں۔"

"میں نے جناب، پھر میں قید میں اب رہ رہتا ہوں۔" فاروق نے

سہہ بٹایا۔

"اچھی تمہارے بارے میں خبر تو نہیں ہوئی۔ میں نے کارڈ لوگوں کو اپنی قید میں نہیں رکھ سکا۔ ہاں، اگر یہ معلوم ہو گیا کہ تم واقعی اسپتال مشین پائی ہو تو پھر صرف یہ تم لوگوں کو قید میں رکھ سکتا ہوں گا۔"

"اور اگر یہ بات ثابت ہوئی تو آپ کیا کریں گے۔"

"میں صورت میں تم لوگوں کو ملک کی تمام جیل میں بٹھادوں گا۔ اب تمہیں وہاں قید ہارے ملک بٹھانے کا انتظام کون کرے۔"

"آپ فکر کریں جناب، ہم تو یہی چاہتے ہیں کہ 'فاروق' نے خوش ہو کر کہے۔"

"تم تم کس طرح چلے جاؤ گے؟" اس نے چمک کر کہا۔

"اچھی طرح کے بارے میں، جس سے میں پتا لگا گیا ہے۔"

"تم اس ملک میں کتنے لوگوں کے ساتھ رہے۔ شاید تم بھول گئے۔ انہیں جیلوں کے کنارے واقع مکان سے۔ ہوش حالت میں یہاں تک لایا گیا ہے۔ تم یہاں لایا۔ محبت اور مکان کس طرف ہیں۔"

"ہم جاتے کریں گے انہیں، آپ فکر نہ کریں، میں ہمیں اجازت دے دیں۔" فاروق نے بے فکرانہ کے عالم میں کہا۔

"ای وقت لوگوں کی فکر کی۔ اس سے۔ ریسپر ڈھکیا اور ہاں۔"

"یہ وہاں سے رہا ہوں رہا ہوں۔ یہ کہ کر دوسری طرف کی بات سننے لگا۔"

پھر وہ

"تم نے پوری طرح اطمینان کر لیا ہے؟"

آخر اس نے ریسپر دکھا کر انہیں بخیر گھوٹے ہوئے ہوا۔

"میں موت کی قسم دیتی ہو گئی ہے۔ تم لوگ واقعی اسپتال مشین پائی ہو۔ اس میں چاروں قسم کے قیدی اب میں پھر رہا ہوں کہ تم جیسے اسپتال مشین ہو اور کسی قیدی کی پائی ہے۔ تم تو میرے، جہاں میں چاہو اس کی طرف جاسکتے۔"

"میں ہی عقلی شخص رہے ہوں گی نہیں، جب وہاں فاروق کا فون ملا۔"

"فاروق نے کسی صورت بتائی۔"

"اسپتال مشین نہ رہا۔ یہ۔ بات تو ہے۔" اس نے سہہ بٹایا۔

"اس سے یہ فضا بہت کم ہو گئی ہے۔" آخر وہ بے چمک کر کہا۔

یوں۔ غور بان نے اسے گھور کر دیکھا، لیکن منہ سے کچھ نہ بولا۔

وہ یوں سے نکلے تو مسکرم ہوا اور یہ ایک عمارت کے اندر لڑکی گئی تھی۔ اس عمارت کے چاروں طرف بوغزیاں تھیں اور ان کے کار قیدوں تھے۔ یہ قیدی سلاخوں سے لگے نہیں گھور رہے تھے۔ اچانک اس میں سے ایک نے کہا ”وہ“ گئے تھے حصار۔ بئی جی نہیں سنئے ہو میں گی۔ بھئی دادا، کچھ تو سنئے کو ”

”کیا مطلب؟“ انہوں نے پوچھا۔

”مرد لوگوں کے لیے دوسرے والی کوغزنی ہے۔ چپ چاپ اس میں چلے جا ہے۔ وہ جیسوں کا معاملہ، میں مسز ای سائٹ سے اجازت لے لوں، پھر تمہاری چیلین بھی سنائی جا رہی گی اس لوگوں کو۔“ اس کے بچے میں جتنی بھی تھی۔

اسہوں نے چاروں طرف دیکھا۔ گاڑی میں دودھ سے تھوڑا سا
 ہوا تھی۔ وہ لوہے کا تھا اور گاڑی کے اندر داخل ہونے کے بعد بند کر دیا گیا تھا۔ اس
 کے ساتھ صرف چورہاں اور اس کے چوہا تختہ بند آئے تھے۔ یہ دیکھ کر اسکا ہلکا سا
 آگے بڑھے۔ غار ایسا تھا جیسے کوفری کی طرف جانا پڑے ہوں لیکن اچانک وہ
 بڑی پرگھوم گئی اور دوسرے ہی لمحے اسہوں نے نمود کے چاقو کی نوک غورہاں کی گدی
 پر رکھ دی۔ اس کی سر آواز رنل کے اٹھنے میں آئی

”ایک آنٹی کی تیز ترین چاقو اس وقت تھہری گروس پر ہے میرا ہاتھ چلے گی
 دھبے تھہری گروس کٹ کر دوڑ جا کرے گی۔ بھتر چکی ہے کہ دلوں ہاتھ سر سے بلند
 کر دو اور جو کچھ میں کہوں گا، اُس پر عمل کرو۔ تھہرے ساتھی بھی ہاتھ غماویں۔“

خود بان کا چہرہ مست کیا۔ اس سے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیے اس کے ساتھ اس کے ساتھیوں کے ہاتھ بھی اٹھ گئے۔

”خیر، تم سے ملاقات بہت پس پچھی رہی۔ میں سمجھتا تھا، تجھے خاص قسم کے لوگوں سے ملاقات ہوگی۔ مگر خیر، ہاں انہیں سے جاؤ۔ اور خاص جیل میں ڈال دو۔ ان کے لیے تو تم ہی کافی ہو۔“

"شکر پر، چوبھتی۔" غور بان نے کہا۔

”تو کیا ان کے ساتھ میں بھی نہ جاؤں؟“ سام لٹ پڑا۔

”نہیں، کیا ضرورت ہے۔ ہمیں س کے بارے میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ غور ہاں، انہیں لے جاؤ۔“

"X5"

اور وہ بچہ مجھے سے غور سے اس کے ساتھ ہاتھ لگا رہا تھا۔ یہاں بستیوں میں
میں تیار کھڑی تھی۔ لیکن اس کے بچے مجھے میں بٹھا گیا۔ جلد ہی میں رہا ہوئی۔
"ابا اس یہ تو تاروں بہت بھرتی ہو گئی۔" غور سے اسے مٹا کر بولیں۔
"یہ بہ بھرتی میں ہے جو ای کر لی ہے۔" انہوں نے وہی آواز میں کہا۔
"جی کیا مطلب، جو ای کر لی تھی، لیکن کیوں؟"

”ابھی کچھ۔ ہم چھو اس اس میں کچھ دتا مناسب ہیں۔ وہ ہاں۔ محمود،
وہ چاہتا تھا۔“

"جو کیا آپ کا شریعہ کرنے لگے گی؟"

”دین کا تالا کھولنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اگر کھل گیا تو کیا ہی بات ہے۔“
محسوسے چاقو نکال کر انہیں دھبہ دیا اور وہ تالے کے سوراخ پر جھٹ گئے،
جسکے کچھ نہ ہوا۔ آدھ گھنٹے کے بعد گاڑی رک گئی اور پھپھلاؤ دارہ کھلا۔

"لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ"

"بہت بہتر مسٹر خوروان۔ سوری ہیں۔" فاروق جلدی سے

”تم حقیقت کا ثبوت دے رہے ہو۔ اس لحاظ سے ہمارے قبضے نکل سکتے

میرے "مخوڑاں مڑا گیا۔"

”خاموش رہو، میں نے جیسے بوسے کی اجازت نہیں دی۔ اگر اب رہبان ہادی تو چاقو کم از کم ایک انچ گردن میں تاروں کا۔ اسٹیز جھید دلی آہ میں غرائے غور رہبان نے ہونٹ سمجھی لے۔“

اب تم لوگ اس کے ہتھیاروں پر تھوڑو۔“

”کچھ کہے بغیر آگے آئے اور ان کے اسٹو اور دوسری چیزوں پر قبضہ کر لیا، پھر چند قدم پیچھے آئے اور انھیں اس کی طرف تائبیں۔ سی آفٹ ایک فیڈی رور رور سے تائبیاں بجاے گا اس سے خوش ہو کر کہا

حلائی لیے پڑچایوں کا ایک کچھ بھی د تھا۔ انکے مشید نے فرار نہ سے

-4-

”بس کوٹھی کا دور۔ کھول دو، جس میں پہنیں بنو کرے و لے جے۔“
 ”جی بہتر۔“ اس نے کہا اور چابیاں لے کر کوٹھی کے دروازے پر چلی

گئی۔ چوبیس گھنٹہ بعد وہ مکمل گیا۔

ہاتھ لوگ میں سہرا کہہ صرف نہیں سو رہا ہوں اس کو کھڑی کے

جانیں گے۔ چور ہوں۔

”آپ کا پتہ نہ پتا ہے، چاہیں؟“ محمود نے بے یقینی ہو کر کہا۔

۱۱۔ بچوں کو یہ بات بتائی جائے کہ وقت بہت کم ہے اور کام بہت زیادہ ہے۔

یہ کہ کر وہ کوہ و پارتی نوک کے درجے آگے دھکیلے گئے
کوٹڑی کے خمد داخل ہونے لے بعد ۲۰۰ روپہ کر رہا گیا۔ پورے پندرہ سو روپہ

دور وار، کھلا اور اس میں سے غور جان بہا کر اس کے پیچھے اپنی کڑی حریف نہیں آئے یہ دیکھ کر وہ گھٹنے سے جاں رس جان نے پریشان ہو کر اس کی طرف رائیگ جان دی۔

”پیشانی ہونے کی ضرورت نہیں حاس و معاش، یہ مگر ہوں۔“ انہوں نے
 (سنگرز جیشید کی آملا سنی۔

”رہے، لیکن آپ نے غور ہاں کا میک اپ کس طرح کر لیا؟“

”میں میکس کے ساتھ جی سامان لے کر آیا تھا۔ یہ سامان میری نگرانی کے ساتھ
 یہاں پہنچا ہوا تھا۔ اس وقت وہی کام آیا ہے۔ اب ان لوگوں کو بھی اس
 دھڑ میں سے جانے دینا ایک ایک کو لے جاؤ اور ہاتھ داندہ کر دیتے رہو۔ ان کے
 لئے میں نے نوٹس لکھوائے اور نہ یہ شور مچائیں گے۔ جب کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ ہر
 اس شخص کو کچھ نہ ہو۔“

’کی بہت بہتر۔‘ قصہ سنے ہوئے جوش لگو میں کہ۔

۱۔ حکام میں بدو ملن اور حرف ہونے۔ اس کے بعد وہ محکم میں
۲۔ ۱۰۔ ایک ہر حرف انبیکر جویدی کر سکتے تھے۔ ہاتھوں کے حسوں
۳۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔

۱. کی جہانگیر علی گڑھ ہے۔

’میں اس قید خانے کے قیدیوں سے دو دو باتیں کر لوں۔‘

۱۔ اردو ایک کوفتہ کی صورت میں ہے۔

”آپ لوگ کو تو پتہ ہے کہ میں کون ہوں؟“

— "اک قادی والا۔"

ہم ہرگز کہ اس قہر خانے سے نکالنے کی ذمہ داری یہ ہے جس پر

لوگوں کو میری ایک بات سنا ہو گی۔"

”اور وہ کہ“ کئی قیدی برہنہ کچے میں رہے۔

”یہ کتاب رات اور صبح تم لوگوں کو کھانے پینے کو جو کھیں پیو گے کیونکہ تم کو
 ملا کر کھانا بخورے۔ تو انہیں اس تہ کی کاظم ہو جائے گا، جو ہم یہاں لا چکے ہیں۔“

"ہاں تو ٹھیک ہے، لیکن کیا اس وقت اسٹوکرز جو حال لا میں گئے۔"
"نہیں لا میں گئے، جب میں انھیں علم دے دوں گا تو پھر کس طرح لا میں

"نہیں ہے، ہم آ رہی تھے لے، ایک در کیا، کچی اس بھوکے رہا میں

2

”کہا ہر سب لوگ اسی ملک کے ہوں“

”نہیں، اس قدمہ خاصہ میں کل آدمی ایک ہی نہیں ہے۔ سب کے سب

لمیرنگی ہیں۔ "ایک بھلا۔"

”تو بھروسے سے انتظار کرو۔ ہو سکتا ہے، بہت جلد میں ہی تم کو ملے۔“

آئیں اور نہ پھر سچ تک تو ضرور آئیں گے اور تم سب کو اراکے لے جائیں گے۔ ہم

ہلکے سے ہلکے کاراست بھی نہیں مٹا میں مجھے۔ غم سب اپنے آپ تک جاسو گے۔

“*...*”

”بیعت بیعت“

”پتو محسنی، تم لوگ دین کے پچھلے حصے میں بندھاؤ۔ میں درود پڑھتا ہوں۔“

زرداں گا۔ اس کے بعد ہم یہاں سے نکلیں گے۔ تم لوگ ہر صورت حال کے لیے

خوبی طرح تیار رہتا۔ ایسا نہ ہو ہم اس قید میں سے کیا ہو سکا پھر۔ کرکٹیں۔"

”فکر کر رہا تھا۔“ فرزانہ جذبات سے سیر پر آواز میں کہتی۔

۱۱ ایک مٹی بیٹھ گئے۔ انہوں نے دوا دہ بند کر دیا، پھر لوہے کے
دوا دہے پر دھپ کرنے لگے تھے کہ ایک جیسا آئے پردک گئے اور تھپوں کی
ایک کوٹھڑی کی طرف بڑھے۔

”کیوں بھی، دروازہ کھولنے کے لیے یہ طریقہ انصاری کا ہے؟“

نہ ہمارا گل سے کھٹ کھٹ کریں، چٹھگی، وحیب، رسو کریں۔"

”خدا کا شکر ہے مجھ سے لطفی ہو گئی تھی۔“ انہوں نے اطمینان کا

ساکس یا۔ یہ نئی ہارنگل سے ٹٹ کٹ کی اور چروچپ رسید کرنے ایس کی
(دراٹو تک پیٹ پر بندھے۔)

دو درہ نور امن کھد اور یہی بیک ہونے پھر کل گئی۔ پھر کل مرہک گئی اور

سید رشید احمد ہاشمی کی ۶۰ ویں سالگرہ

اگر اس لوگوں کو قید یا مکی ہے، وہ انتہائی چاناک اور درد رے خطرناک

جہاں درمندانِ مہارت کے حامل قیدی ہیں، اُنہیں عید کا کاغذ صادر ہے کہ تمام رات

”میں تو جہاں کہیں گئے، پتے کو نہ دیا جائے، کیونکہ دربارہ کھوٹا غلط ہوگا۔“

طلب :- یہی تہیہ جو سنہ رکھے جائیں۔ اس حکم پر غنتی سے عمل کیا جائے۔

یہیں میری سزا ہے لوگ تو چلنا چاہتے ہیں کہ میں اہم کر رہی ہوں۔ یہ

گرمیوں نے پریشان کر رکھا۔

میرے آؤر بھی نہیں نکالیں گے۔ میں نے اس کی ترست کر دی۔

الفاظ کے ساتھ ہی دیتا آگے بڑھتی۔

سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ کیا ان کے اندر وہی روحِ ادا ہے جو ان کے سوراخ میں ہے؟

میں نے پوچھا۔

”گورہا کی سہاگے میں ہے۔“ وہ کہتا ہے۔

"جیس اس کی کیا ضرورت ہے جشیہ، ہم لوگ سیکس سے سرنگ کا رن کر سکتے ہیں۔" پروفیسر ڈاکٹر پریشان ہو کر بولے۔

"نہیں پروفیسر صاحب، یہ جانتا بہت ضروری ہے کہ یہ ٹوٹ اور سب کچھ میں کیا کام کرانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

"جیس یہ بات ڈی سائٹ نہیں س کک کے صدر کو معلوم ہے۔" وہاں نے اصرار نہیں کیا۔

"میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت تک ای سائٹ کی مرضی سے ملتی ہے۔" وہ بتا رہا ہے وہاں ہمارے ہمارے ہمارے ہے۔" وہ بولے۔

"جیس آپ ڈی سائٹ کے گھر تک کی طرف جا رہے ہیں۔" وہاں میں کیا آپ سائٹوں کا اعلاہہ لگائے گئے؟

"یہ کوئی مشکل نہیں۔ ڈی سائٹ بہت مشہور ہے۔ اس سے سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔" وہ بولے۔

"ہوں سب کچھ ہے پر کمرے ایک کانشیل کو شارا کیا۔" وہ بولے۔

"نہیں سر۔"

"مجھے سسٹری سائٹ کے گھر جانا ہے، جیس میری طبیعت سے تڑپ ہے۔ کیا تم گاڑی چلا سکتے ہو۔"

"کیوں نہیں سر۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔

"کیا تم جانتے ہو میں کون ہوں؟"

"یہ بات توں نہیں جانتا، آپ سسٹری سائٹ کے ذاتی مجھے سے نہیں رکھتے ہیں اور آپ کا نام سسٹری سائٹ ہے۔"

"خوب، تم بہت مشکل مسئلہ ہو، چلو بیٹہ جاؤ اور گاڑی چلاؤ اور ہاں مجھے بہت جلدی ہے۔"

"آپ فکر کریں سر، میں اور انجنگ میں بہت باہر ہوں اور پچھلے سال میں نے انعام بھی جیتا تھا۔"

"یہ جانتی رہو جی سب اور عملی طور پر ثبوت دو۔" وہ بولے۔

"اگر سر، جیس میری ڈیوٹی کا کیا ہوگا سر، میری تو رپورٹ ہو جائے گی۔"

"فکر نہ کرو، میں سب ٹھیک کروں گا۔ اس وقت میرا سر بہت چکر رہا ہے، کہیں گاڑی دوسرا دھڑکے اور اس اور اس سسٹری سائٹ کا علم ہے کہ جلدی نہیں ہے۔"

"بہت بہتر ہے، میں چل چلاؤں گا توئی کانشیل نے کہا۔"

"گاڑی ایک دوسرا دھڑکے سے آگے بڑھی اور روانہ ہو گئی۔" انہوں نے اس کے سامنے جہاں روکے کہ وہاں سے یہ مسئلہ حل آسانی سے حل کر لیا تھا جیس چوٹ گاڑی میں کانشیل سوچ رہا تھا، اس نے بات چیت نہیں کر سکتے تھے، لہذا دم سادھے پیچھے رہے۔

"لیجئے، ہم پہنچ گئے۔"

"شکریہ، اب تم کسی جیس سے اپنی اپنی پر پہنچ جاؤ اور کروٹی بات دو تو مجھے ملے۔"

"اگر سر۔" اس نے کہا اور جلدی جلدی قدم چلا کر چلا گیا۔

"تم لوگ اندر ہی بیٹھے رہو، پہلے میں دھڑک دوں گا پھر صورت حال کے مطابق تمہیں ہدایات دیں گا۔"

"جی ہاں۔" محمود نے کہا۔

"بہتر جشیہ دیں سے ترے اور کشتی کے شش پر ہاتھ رکھ دیا۔" ایک منٹ بعد

”تم یہ بات اسنے پیش سے کس طرح کہہ سکتے ہو۔“ اس نے حیران ہو کر کہا۔

”تم اس ملک کے معمولی آدمی نہیں ہو۔ لہذا یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ صدر سے تم سے کوئی بات چھپائی ہو۔ دوسرے یہ کہ تم یہ کہہ رہے تھے کہ میں اپنے کام سے کام رکھا کرتا ہوں۔ اس وقت تمہارے چہرے کے تاثرات بیکار چار کر رہے تھے کہ تم سلیڈ جھوٹ پور رہے ہو اور یہ کہ کارروائیوں کے بارے میں تمہیں سب کچھ معلوم ہے۔ لہذا میں جانتا چاہتا ہوں، ان کارروائیوں کی تحصیل کیا ہے؟“

”مجھے نہیں معلوم۔“

”تب پھر ہمیں مگر تمہاری سہرا ت نہیں۔“ خاں رحمان اس کی پیشانی میں گولی اتار دیا۔

خاں رحمان نے ایک لفظ کہے بغیر رائفل سپریم کی اور اٹلی سے زنگ پر دھاڑا اٹھے لگے اچانک فرزند چلا اٹھی۔

”ایک منٹ، اٹل، گولی چلنے کی آ، رہیں مشکل میں جی کر رہے کی۔ میں ڈراما سٹیج کی آواز اور آواز مانی کر دوں۔“

”ہاں یہ ٹھیک ہے۔“ اسپیکر مشید غرض ہو کر رہا۔

”لٹاؤ ایک نوے تالیس تالیس تکتی۔“ قاروق نے منہ پایا۔

فرار ہونے آگے بڑھ کر آدھری کھول دی پھر خڑتے ہوئے ہوئی۔

”سب آپ اپنا کام نہایت اطمینان سے کر سکتے ہیں۔ کسی کو خیال بھی نہیں گزرے گا کہ اس ملک کی ایک اہم شخصیت کو سٹیج کے شور میں گولی مار دی گئی اور گوں مارنے والے لوگ تھے صہیں اہم شخصیت چھوڑوں کے برابر حیاں کر بیٹھی تھی۔“

خاں رحمان نے ڈی سائٹ کی پیشانی کا نشانہ سے لیا، لیکن وہ شدید

انہیں میں جھکا ہو گئے تھے۔ اسپیکر مشید نے صاف حکم دیا تھا کہ گولی مار دی جائے۔ جس دوسری طرف ان کا پاؤں یہ تھا کہ وہی سائٹ کو حکومت کے مسویوں کا علم ہے۔ اس صورت میں تو اسے ختم کر دینا حاصل حندی نہیں تھی تاہم وہ یہ بات بھی جانتے تھے، اسپیکر مشید سے یہ علم جانا ہی نہیں دے دیا۔ آخر انہوں نے زنگ پر دھاڑا اٹھا شروع کر دیا۔ اس وقت تک ڈی سائٹ کے چہرے پر ہیبت چمکتی لگا تھا۔ اچانک اس نے کہہ

”فہرہ، میں تانے کے لیے جارہوں۔“

خاں رحمان کی جاں میں جان آئی۔ انہوں نے سوالیہ انداز میں اسپیکر مشید کی طرف دیکھا، جیسے کہہ رہے ہوں۔ ہاں مشید اب کیا کہتے ہو؟

”فہرہ جاو خاں رحمان دیکھیں نشانہ پیشانی کا ہی ہے رہتا۔ ڈی سائٹ اس جگہ سے ایک انچ بھی حرکت نہ کرے۔“

”اٹھکی بات ہے۔“ وہ مسکرائے۔

”جلدی تار ڈی سائٹ، وہ کیا منصوبے ہیں، میں پر تہہ را مصدر اٹارے ملک میں کام شروع کرنا چاہتا ہے۔“

”ہم سے تمہاری خون کو بڑا دل بٹاے کا ایک حیرت انگیز طریقہ سوچا ہے۔“

”یہ طریقہ پھر شروع ہوئے ہی والا ہے۔“ اس نے کہا۔

”اور یہ طریقہ کیا ہے؟“ اسپیکر مشید حیران ہو گئے۔

”اس کے علاوہ تمہارے ملک کے عوام کی اکثریت کو نشہ آور دواؤں کا استعمال کیا جا رہا ہے۔ ایک جدید طریقہ سوچا گیا ہے۔“ اس نے ان کی بات کا جواب دیے بغیر کہا۔

”ان کے منہ سے نکلا۔“

"اں لوگوں کو پکڑ کر ان کا منصوبہ ترتیب دیا چکا ہے آج کل میں"

بھی آجائیں گے۔"

"وہ نہیں سب ایسے ہیں ہو گا ہم دائیں جا کر انہیں خدو کر دیں گے۔"

"میں مشکل یہ ہے کہ تم یہاں سے جا میں ملو گے اس وقت تک اس

دکان کو ختم کرنا۔ پوری طرح گھیر چکے ہیں۔ میں قتل کرنے سے دوچار نہیں

ہوں۔ ایک جھپٹنے سے وہ یہیں نہیں ختم ہو کر چکا ہوں۔ بے رحم بے شک مجھے توں مار

دو میں سے تمہارے خدو کے تمام رستے بند کر دیے ہیں۔" اں نے پلوں سے

میں کہا۔

"میں تم محنت کھد ہے ہو۔ جان رکھنا۔" اں نے کہا۔

"یقین میں تو اندر کی سے جھانک کر دیکھو بختری ہی طرف نظر۔" اں نے تم

سے بار بار سے جاں میں جسک پٹے ہو اور بے فکر ہو اس میں تم لوگوں کو

نہیں ہونے دوں گا۔"

میں نے تمہیں یاد کیا تو یہاں تم بھی دور سے کھانے کی دکان میں ہو

نے غصہ کر کہا۔

"مجھے اپنی پروا نہیں، میں مر بھی گیا تو کیا نہ لوگوں کو مرنے سے

پہنچا گیا۔"

"تمہارے لڑائی سے جہاں تک کر دیکھو" اس نے حشید ہو۔

محمود نے لڑا کھڑکی کی طرف قدم اٹھایا۔ اور پھر اس کا ٹک سیو

پڑ گیا۔

"اے خدا، پھر تو پوری طرح موجود ہے۔"

"ابھی فہرہ میں اس کا انتقام کرنا ہوں۔" اں نے کہا۔ اپنی جگہ سے

حرکت کی اور ڈی ساٹ کی کمر پر پہنچے۔ دوسرے ہی لمحے اس کے دائیں ہاتھ کی ہڈی

اس کی گتھی پر لگی۔ وہ چکر اکر گر اور بے ہوش ہو گیا۔ اُنہوں نے جلدی جلدی اس کا

اوت پنا اور سیٹ سر پر رکھ دیا، چہرہ نگہوں پر لگا دیا اور لڑائی کی طرف بڑھے۔

اُنہوں نے چہرے کو تر پھا رکھے ہوئے تھے۔ ڈی ساٹ کی آواز لگائی

"مجھے بھی بھی اطلاع ملی ہے کہ صدر صاحب کے محل پر حمل ہونے والا

ہے۔ یہ حملہ ختم ہو گیا۔ اس کی طرف سے کیا جائے گا، اُنہوں نے فوراً صدر صاحب

کے محل کو گھیر لیا۔ میری جہالت کے بھی پردہ بھی اندر پہنچا۔ مار سکے۔ جب تک میں نہ

پہنچوں، محل گھرے میں رہے۔ میں مدافعت ہو جاؤں۔"

اُن نے اس لحاظ سے ساتھ ہی دیکھ کر منتشر ہوئے گئے اور سب سے کڑائی

بڑھ کر دئی۔

اُن اندر تھی مادہ ریب سے کام چلا لیا آپ سے۔" اُنہوں نے حش

ہو۔

"محل سے بڑھ کر وئی نہیں ہوئی ہیں ملکہ وہ سڑا ہے۔"

"اب کیا ہو گا رام ہے؟"

ڈی ساٹ کو بھی ہمدرد ہو۔ ہم سے ساتھ لے کر چلیں گے۔ اور اپنے

ٹک میں قبضہ کر لیں گے۔"

"دوبی گڈ می ہوئی انا ہے۔" خان رحمان خوش ہو گئے۔

اُنہوں نے جلدی جلدی ڈی ساٹ کو ہمدرد دیا، پھر کڑائی کھول کر یہاں تو

میدان صاف تھا۔

"خان رحمان تم جا رہے ہو اور اُن کے قریب سے آؤ۔ اس کا پھینکا

مردہ دروازے سے لگا دینا تاکہ تم نہایت خاموشی سے ڈی ساٹ کو دین میں ڈال

ایں۔ محمود فاروقی "خوار و اس پر سے مکانات طوطی طوطی لے کر۔
 فاطمہ کا عادت اور اس کی زندگی بھی ہمیں کچھ نہیں لگتا۔ شاید یہاں سے
 "نہایت سے سووں میں یہ تھا۔ دراصل اس کا تعلق ہے اس کا
 پانچویں ہونے یہاں دوسرے لوگ بھی ہوتے۔

محمود فاروقی "میں نے اس سے۔ وہ مجھے سواں کی یہ
 "میں نے بھی۔

نہایت سے سووں میں یہ تھا۔ دراصل اس کا تعلق ہے اس کا
 پانچویں ہونے یہاں دوسرے لوگ بھی ہوتے۔

"قیدیوں کا ہاتھ" فاروقی 222-223

"نہایت سے سووں میں یہ تھا۔ دراصل اس کا تعلق ہے اس کا
 پانچویں ہونے یہاں دوسرے لوگ بھی ہوتے۔

"نہایت سے سووں میں یہ تھا۔ دراصل اس کا تعلق ہے اس کا
 پانچویں ہونے یہاں دوسرے لوگ بھی ہوتے۔

سہ ماہیہ

"نہایت سے سووں میں یہ تھا۔ دراصل اس کا تعلق ہے اس کا
 پانچویں ہونے یہاں دوسرے لوگ بھی ہوتے۔

نہایت سے سووں میں یہ تھا۔ دراصل اس کا تعلق ہے اس کا
 پانچویں ہونے یہاں دوسرے لوگ بھی ہوتے۔

"نہایت سے سووں میں یہ تھا۔ دراصل اس کا تعلق ہے اس کا
 پانچویں ہونے یہاں دوسرے لوگ بھی ہوتے۔

"نہایت سے سووں میں یہ تھا۔ دراصل اس کا تعلق ہے اس کا
 پانچویں ہونے یہاں دوسرے لوگ بھی ہوتے۔

"نہایت سے سووں میں یہ تھا۔ دراصل اس کا تعلق ہے اس کا
 پانچویں ہونے یہاں دوسرے لوگ بھی ہوتے۔

"نہایت سے سووں میں یہ تھا۔ دراصل اس کا تعلق ہے اس کا
 پانچویں ہونے یہاں دوسرے لوگ بھی ہوتے۔

"نہایت سے سووں میں یہ تھا۔ دراصل اس کا تعلق ہے اس کا
 پانچویں ہونے یہاں دوسرے لوگ بھی ہوتے۔

"میں دیکھتے جاؤ۔ لیکن تو قید ہو جا کر ہمارے کام میں ہے۔"

آخر میں قید خانے کے سامنے رک گئی۔ اب انسپکٹر مشید نامی سائٹ کے لباس میں تھے اور سائٹ چونکہ پیشانی پر بہت زیادہ جھکا ہوا تھا۔ اس لیے دور سے پہچانے نہیں جاسکتے تھے۔ اسوں نے ہاتھ کے اشارے سے کہہ کر دروازہ کھولنے کا حکم دیا۔ دروازہ کھولا گیا۔

"چائیاں۔ دو ہوں۔"

خوراکی چائیاں پیش کر دی گئیں۔ وہ داخل ہو گئے۔ دروازہ بند کر دیا گیا۔ اسوں نے صحن جلدی وغیرہ کی طرح دیکھی۔ سب کچھ دیکھا۔ ہوشیار رہا۔ انگلی رکھ قیدیوں کو حاشیہ سائٹ کاٹ دیا۔ وہ خوش تھے جیسے کئے ایک ایک کے قیدیوں کو فریاد مل گئی۔ اس میں وہ سب نے اپنے دیکھے اور ایک دوسری میں نئی طرح لڑھکیے ہوئے تھے۔

دو ہنگاموں پر چارنگ کا فکوں پر حملہ کیا گیا۔ وہ سب نے جوں میں صحن دار سے جا میں گئے۔ اس سے بعد قید خانے کے باہر کچھ کچھ رہا۔ دروازہ کھولا گیا۔ اس سے قید خانے میں چلے گئے۔ سید مشید نے اس دور میں قیدیوں کو ہدایات دیں۔

"چھوڑ۔ میں جواب دہم۔ آپ کو ماروں۔ لیکن میں نے ہم میں سے کثرے آپ کو پکڑا لیا ہے۔ آپ انسپکٹر مشید میں نامشہورہ معروہ ہر حال۔"

"ان باتوں میں وقت صاف کرے۔ میں سب سے ایک ایک سینٹر جیتی ہے۔" انہوں نے کہہ کر اس کے دروازے پر نہیں رہا۔ انگلی سے ٹھٹھکی اور پھر دھپ رسید کی۔ رائٹس میں اب اس کے ہاتھوں میں تیر چھیں۔ خوب سی دورہ دکھلا۔ انہوں نے فار کھوں دیا۔ قیدی بجز مار کر باہر لٹے در پچے چھٹے کا فکوں پر فوٹ

پڑے۔ چھ سائٹ میں میدان صاف تھا۔ کچھ فکوں کو تو فکوں میں بند کر کے تالے لگا دیے گئے اور گاڑیوں پر قند کر دیا گیا۔ یہ قید خانہ شہر سے باہر تھا۔ شہری آبادی کا یہاں دور دراز تک پکڑا گیا تھا۔

اسپیکٹر مشید کی طرف دھانسا ہوا۔

"یہاں تک تو ٹھیک رہا۔ اب آگے بیٹھیں کیا ہوتا ہے؟"

"کاش، ابھی تک کسی کو گزیر کا احساس نہ ہو ہو اور ہم سرنگ تک پہنچ جائیں۔ سڑک پر پہنچیں۔"

"سرنگ کے پاس پہنچنے کے بعد بھی مسئلہ تو حل نہیں ہو جائے گا۔ پہنچا۔"

"تکلف کا وہ کاش کرنا ہوگا۔ اس کے بعد صحن کے دروازے پر۔ فاروق سے کہ۔"

"سرنگ اور میں کاش میں اس کا کھولنے کے دروازے پر تیرا سب ضرور دیکھانے گی، پھر تو بیٹھیں تاکہ صحن اور صحن اس کا کام بہت کچھ دے کہ۔"

"تم تکلف کا وہ کاش میں کاش میں روگے؟" فاروق نے اسے گھورا۔

"جانتے ہیں۔ سڑک پر پہنچیں۔"

"تو یہ تم نے کیوں حارے در پیتے تھے؟" خود کے لئے میں حیرت محسوس کرتی۔

اس کا سہرا تھا۔ گھٹنے تک جاری رہا، پھر ان کھیتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس میں اسوں نے ہلانگ کی ہارنگل کا ہڈاں سے اس پر فارنگ کی تھی اور بھی وہ سرنگ نے دبانے سے کافی دور تھے کہ انسپکٹر مشید نے دین روک دی۔ اس کے پیچھے دوسری گاڑیوں کی رک گئیں۔

"یاد رہے کہ اب اس کا۔"

"میں نے۔ میں نے خطرہ محسوس کر دیا ہوں۔" وہ بولے۔

"اب بھی وقت ہے میری بات مان لو آگے نہ بڑھو۔"
 "تم نے ہمیں قید سے حالت دلالی ہے تمہارا شکریہ۔ لیکن اس کا یہ مطلب
 نہیں کہ ہم تمہارے علاج میں گمراہ ہو جائیں۔" قیدی نے کہا اور اپنے ساتھیوں کو بے کر
 آگے بڑھ گیا۔ اس کے قدم تیز تیز اٹھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ وہ کھیتوں سے آگے
 نکل گئے، پھر اپنا ہاتھ فائرنگ کی ہولناکی اور کوئی نور و نور میں گر کر رہ گیا۔

☆☆☆

غلط سرنگ

میں ہر نکتے کی حالت طاری ہوگی۔ ان کے ساتھ ٹھہر جانے والے قیدی تو
 کانپ اٹھے۔

"بھائی، یہ کیا ہوا؟"

"میں نے خیال تھا کہ خیر فونی کھیتوں میں چپے ہمارا انتظار کر رہے ہیں،
 تاکہ ہم سب ایک واحد موت کے ساتھ جا سکیں۔" انیسٹن وحشیہ السوس رو رہے تھے
 میں بولے۔

"اب کیا ہوگا جیسید؟" اس رومان نے کپکپاتی آواز میں کہا۔

"ہوگا یہ کہ ہم اس طرف سے نہیں جا سکیں گے۔ اب یہ لوگ یہاں سے
 نہیں اٹھیں گے، بلکہ ہمیں ہوشیار پا کر سرنگ کے دباؤ کی طرف پٹے جائیں گے۔"
 انہوں نے جواب دیا۔

"جب ہم اس طرف سے جائیں گے۔"

"میں۔۔۔ پسے گی کہ قیدیوں کو چھڑانے کے پتھر میں ہمیں دھک
 دیا جائے گی۔" انیسٹن نے بولا۔

"میں اس میں سوچوں سے اصرار کر چکا تھا۔ انہوں نے مگی ہمارے ساتھ دیا
 تھا۔ یہ میں نے نہیں تھا کہ ہم اس کا حیاں نہ کرے۔"

"نیمت تو یہ ہے کہ یہ فوجی صرف سرنگ کی طرف جاتے، انہوں کو تو اس
 شہر سے بڑے ہیں، وہ تو اس طرف رخ کر کے بھی فارنگ کر سکتے ہیں جہاں ہم
 کھڑے ہیں۔" خاں رحمان بڑبڑا۔

تماری بی بی سے خلف اندوڑ ہو... ہو، نیم تو اس کو گولہ فاش
 بند کر سکتے ہیں۔ "اسپیکٹر جمید چمک چمک رہا۔
 "وہ وہ کیسے؟" گھوڑا جلدی سے ہلکا۔

"ہمارے پاس دو قیدی ہیں۔ ڈی سائٹ اور سامٹ۔" خاں رحمان نے
 رنگ کی طرف جانتے ہیں، انہیں کوئی یہ اس وقت طاقتور نہیں تھا۔
 ہمارے قیدیوں کو ساتھ لے کر دینا تک چاہو، اس میں سے وہوں کا حال وہ
 جلدی کر رہا۔ ابھی ہم کچھ بھی نہیں ملے۔"

"اپنی گندہ بہہ کی طاقت۔" خاں رحمان خوش ہو گئے

دو سائٹ اور ڈی سائٹ اور سامٹ کو لے آئے۔

سائٹ اور ڈی سائٹ۔ کھیتوں میں تھکے ہوئے لوگوں کو جو...

پہلے ہی اور ہمارے... کر رہی، وہ وہاں نہیں ہیں۔

اس رنگ کے... ہٹ چکے ہیں، کوئی رکاوٹ نہیں۔

وہی سائٹ سبھی میں دوپہ گھبراہٹ سے چلا رہا تھا۔

"سہرا، سرور، سبھی میں بھی نہیں، کھیتوں میں...

وہ انہیں میں جھکا ہو گئے۔ نہ جانے وہی سائٹ کس...

یہ وہی نہیں ہو سکتا تھا۔ انہوں نے سنا وہاں...

لیکن تم لوگوں کو ایک دھڑکنا ہو گا۔"

"وہ کیا؟" انہوں نے جلدی سے کہا۔

"تم لوگ مجھے ہمارا ہٹ کو ہلاک نہیں کرو گے۔"

"اگر تم نے کوئی چال۔ چلی تو ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔ وہ بولے۔

"تو ٹھیک ہے، میں وعدہ کرتا ہوں کوئی چال نہیں چلوں گا اور تم لوگوں کو

خفیہ بہت جا رہے ہیں۔"

"تب پھر تو ہم کو ہدایات دو، وقت بہت کم ہے۔"

"خیر، وہ میں ڈی سائٹ کے ساتھ ہوں۔ تم میں سے کوئی فائر

کرے، ہلکے تم اپنا اسلحہ پھینک دو، ہاتھ دیرانی کر کھیتوں سے باہر نکل آؤ۔" یہ نفاذ

اس سے بلند آواز میں کہے۔

لیکن اس کے علم کی عقل نہیں کی گئی۔

"یہ کیا تم لوگوں کے کانوں پر جوں تک نہیں رہی۔ میں کہتا ہوں اسلحہ

پھینک دو۔"

"ہم تمہاری چال میں آنے والے نہیں۔ ہم جاتے ہیں، تم اسپیکٹر مشید ہو

اور مسز ڈی سائٹ کے ہیک اپ میں ہو۔ اس کی آواز کی قاصد بھل گیا ہے۔"

"تم لوگ حمل کے اندر سے ہو، تمہارا لیڈر جو کوئی بھی ہے، نزدیک آ کر

دیکھو۔ اس توہوں کے ساتھ واقعی میں کھڑے ہوں۔"

"ٹھیک ہے، میں آ رہا ہوں، لیکن اگر مجھ پر فارنگ کی گئی تو ہم بھی اندھا

دھواں نہ کھول دیں گے۔" ایک آواز سنائی دی۔

اور پھر ایک لمبے قد کا... کھیتوں سے نکل کر سامنے آ گیا۔ اس نے ڈی

سائٹ کی شکل سے جتنے ملنے دو، وہی دیکھ کر چکر اٹھا۔

"آپ میں مسز ڈی سائٹ کون ہیں؟"

"یہ میں ہوں، حق۔ یہ شخص اسپیکٹر مشید ہے۔ انہوں نے رائفیں مجھ پر

تار رکھی ہیں۔ جو شک کہہ رہا ہوں، کرو۔ اور تم لوگوں کا حشر بہت برا ہوگا۔
 "ابھی بیچے بناب۔" اس نے کاپڑ رکھا، پھر اپنے ہاتھوں کو حکم دیا
 "سب لوگ بھڑا زل دیں اور ہاتھ پور اٹھائے باہر آ جائیں۔" فوراً

قیل کی گئی۔

"ہم لوگ مسز ڈی سائٹ اور سامت کو لیے سرنگ کے دہانے کی طرف
 جا رہے ہیں۔ اگر تم لوگوں سے اون شرت۔ کی تو یہ دونوں رعد و سلامت تمہارے
 پاس آ جائیں گے۔ ہم سب کی رہ گئیں کی صحت میں آئے تھے۔"
 "خیر دار تم میں سے کوئی فطرت حرکت نہ کرے۔"
 "وہ کے سر آ پ لگ رہے ہیں۔" کہیں سے کہا

اور ایک ایک قدم اٹھاتے آگے بڑھے۔ سامت اور ڈی سائٹ کو
 "ہوں سے اپنے آگے رکھا ہوا تھا اور ہاتھوں کی گھسیٹیں اس کی کمر اس کو پھیر رہی تھیں۔
 کچھ اور آگے بڑھتے پر سب اس دونوں کو بائیں ہاتھ سے لیتا چلا۔ وہ ان دونوں کو
 اپنے ارد گرد فوجوں کے درمیان میں دھنچا چاہتے تھے۔

آخر وہ اس جگہ پہنچی گئی، جہاں اس کے جیوں میں سرنگ ڈاڑھا تھا۔
 "شکر یہ مسز ڈی سائٹ۔" صوفیان لڑا کر سرنگ کا در۔ مگی تھول

دی۔

"ہاں، کیوں نہیں۔" یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا اور۔ چائے کیا کیا کہ
 گڑ گڑاہٹ کی آواز کے ساتھ پھر سرنگ کیا اور سرنگ نظر آئے گی۔

"سب آپ لوگ جانتے ہیں۔" اس نے کہا۔

"پہلے تم۔" اپنے آدھوں کو حکم دیا وہ گاڑیوں میں بیٹھ کر شہر کی طرف روانہ
 ہو جائیں اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھیں، جب انہیں روانہ ہوئے چند منٹ گزر جائیں

گئے۔ اس وقت ہم تم دونوں کو جانے کی اجازت دے دیں گے۔" انہیں پیشہ
 سکڑے۔

"لیکن اس کی کیا ضرورت ہے۔ اب تم لوگ سرنگ کے دہانے پر کھڑے
 ہو، رعد و زل ہو جاؤ اور سرنگ بند کر لو۔" ڈی سائٹ نے کہا۔

"لیکن اس طرح تم ہماری گرفت سے آزاد ہو جاؤ گے اور فوراً اپنے
 آدھوں کو حکم دو گے کہ سرنگ ڈاڑھا۔ انہوں نے ہم پر حملہ کر دی۔"

ہوں، تعجب ہے، تم واقعی بہت چالاک ہو۔ اچھا تمہارے میں انہیں حکم دینا
 ہوں۔ "یہ کہہ کر اس نے دونوں ہاتھ منہ کے گرد رکھے اور بلند آواز میں بولا

"تم لوگ اپنا سوا سی حالت میں چھوڑ کر گاڑیوں میں بیٹھ کر شہر کی طرف
 روانہ ہو جاؤ۔ خیر دار پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھو۔"

اس حکم کے بعد ابھڑے دیوں نے گاڑیوں کا رخ کیا اور اس کے دیکھتے ہی
 دیکھتے گاڑیوں روانہ ہو گئیں، پھر تقریباً اس منٹ گزر گئے تو ڈی سائٹ نے کہا

"میرے اسیوں سے اب تو تمہارا اطمینان ہو گیا ہوگا۔"

"ہاں، اب ہم دونوں بھی جانتے ہو، لیکن نہیں، ہم تم دونوں کے ہاتھ کر
 سے پیچھے ہٹ کر رہیں گے۔ چاہے لی اجازت دیں گے۔ چاہے بھی ہاتھ دوس کے
 ہاتھ کر رہے۔"

"ایک منٹ اور جان۔" اچانک محمود بول اٹھا۔ انہوں نے چونک کر محمود کی
 طرف دیکھا۔

"کیا بات ہے محمود؟"

"ہم اس سرنگ سے نہیں جائیں گے۔" محمود نے کہا اور وہی سائٹ نے
 چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

اندھ بچی گردن بند بھی کر سکیں اور قصبہ جالوہ والی سٹ میں پہنچ کر کھول بھی سکیں۔
 "آؤ میں تاؤں۔"

"ہو تیار رہنا، صرف میں اس کے ساتھ جاؤں گا۔ سام مٹ، تم یہیں
 کڑے ہو گے۔"

"اچھا۔" سامٹ نے باج ساند لے لی تھی۔

"کوئی ساعت نہیں لے کر آئے گا۔"

"یہ دیکھئے گول پتھر۔ اس پر ہوا تھوڑی کرکھ میں تو دھنڈل جائے گا۔
 اندھ بچی کر جب، اس قسم کے گول پتھر کو نہا کھائیں گے تو دھنڈل ہو جائے گا۔ اس پر
 پکا سا دھواؤ لائے کی ضرورت ہے، دروہ نہیں لگنا پڑتا۔"

"فکر یہ، پہلے صرف میں اندھ جا کر دھواؤ بند کر کے، دھواؤں گا اور جب
 اطمینان ہو جائے گا، ہم تم دوں کو جانے کی اجازت سے سندیں گے۔"

"بہت خطا ہو، اچھا ہوں ہی سہی۔" اس نے بے چارگی کے عالم میں
 کندھے پکڑ لئے۔

ایکڑ مشید عہد داخل ہو گئے۔ انہوں نے دیکھا، انہیں طرف گول پتھر
 موجود تھا۔ اسے اٹا کھایا تو دھنڈل ہو گیا۔ سیدھا کھایا تو پھر کھل گیا۔

"ٹھیک ہے مسٹر ڈانی سائٹ، اب تم دونوں جا سکتے ہو۔ پیچھے مڑ کر نہ
 دیکھنا اور۔۔۔"

"دوڑ پتھر کے من جا نہیں گئے۔" قاروق بول اٹھا اور وہ مسکرا دے۔

دونوں چیز تھوڑے تھوڑے کھیتوں کی طرف جانے لگے۔

"جیشید کھیتوں کے قریب اسلو پڑا ہے۔ یہ دونوں راتیں اٹھا کر ہم پر
 غارتگ کر سکتے ہیں۔" حال رحمان نے تو بیاہر کر دیا۔

"سب مطلب۔"

"ہم اس سرنگ سے جا میں گئے، جس سے آئے تھے اور یہ دوسرے سرنگ نہیں

ہے۔"

"کیا؟" ان کے سر سے یک ساتھ نکلا۔ ذی ساند کا سر بھی مارے

حرکت کے کھل گیا۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو محوور یہ دوسرے سرنگ نہیں ہے؟" ایسید مشید نے بچے

میں حیرت نہی۔

"جی ہاں، آپ وہاں ہے، سرنگ سے نکلنے کے بعد میں جاتا اور آپ

سب بچے لہا تھا۔"

"ہاں یاد ہے، مگر۔۔۔"

"پھر یہ کیسی باتا پتھر لائے لے لے کر تھا، چاقو سے میں نے پتھر میں

زمین پر ایک نشان بنادیا۔ دوسرے سرنگ اس نشان کے سامنے ہے۔"

"اور۔۔۔" وہ بیہوش ہو گئے۔

"تو تو یہ یہ سرنگ ہے؟" خال رحمان بولا۔

"جی ہاں، یہ ضرور وہی ہے۔"

"کیوں مسٹر ڈانی سائٹ، پھر ایسا ٹھیک کہہ رہا ہے۔"

"ہاں، میں نے تم لوگوں کی روایت کے بارے میں مطالعہ کر دیا تھا۔ تم

لوگ بلاوجہ مشہور نہیں ہو۔ واقعی یہ دوسرے سرنگ نہیں ہے۔ یہ تو ایک قسم کا قید خانہ ہے۔ جو

میں سے بند کیسے دھواؤں اور دوسرے سرنگ کھول دیتا ہوں۔" اس نے کہا اور آگے بڑھ کر

وہاں سے ہٹ کر دیا۔ ساتھ ہی ایک دوسرا دھنڈل کیا۔

"اب تم سرنگ کھولے اور بند کر کے کاٹھین بھی بناؤ تاکہ ہم سرنگ کے

"فکر نہ کرو اس سے پہلے ہم انہیں گولیوں کا نشانہ بنادیں گے۔"
 "لیکن ان دونوں سے رابطہ نہیں اٹھانے کی کوشش نہیں کی کھینٹوں سے
 گزر کر" گے پڑھتے چلے گئے اور پھر غروں سے اوجھل ہو گئے۔
 "اب ہم کس بات کا انکار کر رہے ہیں؟"
 "ہاں ٹھیک ہے۔ میں میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ باقی ہم آتی آسانی سے
 آزادی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔"
 "نظر تو نہیں، تاہم۔ اور تو صرف یہ کہیں اس میں ایسی سائنس کی
 کوئی چال نہ ہو۔"

"آؤ لی اس بار اس کی چال کا انکار نہ کریں۔ آج۔ پندرہ مشدومے
 اور پھر سب سرگم میں داخل ہو گئے۔ پندرہ مشدومے۔ گول چکر کھڑے
 رہا نہ کر دیا۔ سرگم میں ہوشی ہو گئی۔
 "سب جس قدر تیز دوڑتے ہو دوڑو۔" انیسواں مشدومہ ہلے۔
 یہ مطلب اب دوڑے لی کیا ضرورت؟ پندرہ مشدومہ گھبراہٹ
 ہوئے۔

"ایسی بات اور سام لٹ جو کی کھو جھٹکیں گے۔ غویوں کو اب
 "کر سرگم پر نیلے کا علم دیں گے۔ اب اگر ایک پوری فوج سرگم کا ہمارے کھوس کر ہم پر
 حملہ کر دے ہم کیا کر سکیں گے۔"
 "تو کیوں نہ ہار گئے اور بندہ ہونے کا حکم حرب کر دیا جائے۔ تاکہ وہ
 ہمارے عدد داخل ہی نہ ہو سکیں۔"
 "اس میں دیر تک بحثی ہے اور اس طرح ہم بھی خطرہ مول لیں گے۔" وہ
 ہوئے۔

"مگر یہ ہمیں دوڑنا ہی ہوگا۔"
 "ہاں بالکل اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔" انہوں نے کہا اور سب نے
 دوڑ لگا دی۔
 "جج، ہمیشہ میں پا کروں۔" پندرہ مشدومہ زور بکھڑا گئے۔
 "آپ گھڑ کر رہیں۔"

وہ، کن چھانٹ رہے تھے۔ فاروق نے خوش ہو کر کہا اسی وقت انیسواں مشدومہ
 سے محبت کر رہیں۔ یہ نہ سمجھے یا ان کا اور کیا ہے۔ گئے۔ اب وہ سب دوڑ رہے
 تھے۔ سرگم میں نہیں تھی۔ دوڑ کر بھی سے جلد عبور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لیکن اس کے سوا
 "نہ بھی یہاں تھے۔ ٹھیک آدھ گھنٹے بعد غروں سے چلے

ہاں جاں۔ "خس سرگم میں داخل ہو چکے ہیں اور وہ بھی دوڑ رہے ہیں۔"
 "اب ہمیں آج دوڑنا ہوگا۔ کہ چھ درمیانی فاصلہ آدھ گھنٹے کا ہے،
 جیسے اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم رتہ رتہ کر دیں۔ ابھی تو شکر ہے کہ اسوں نے ہم تک
 آئے کے ہے مولر سائیکس استعمال نہیں کیں۔ اس سرگم میں مولر سائیکس تو
 شکار کی ہی جاسکتی تھیں۔ شہر اس لوگوں کی بھی مطلقاً ماری گئی ہیں۔"

وہ اور تیز دوڑ رہے گئے آخر حد اچھ کر کے سرگم کا دوسرا سر اظہر آئے
 "اس کی رتی رتہ ہو گئی۔ انیسواں مشدومہ نے پندرہ مشدومہ صاحب کو نیچے اتار دیا اور ہلے
 "میں سرگم کا دم۔ کھول دوں۔"
 "خس، ٹھیک ہے۔" وہ ہلے۔

انیسواں مشدومہ ہارے کے قریب پہنچے۔ دائیں طرف انہوں نے گول چکر کی
 تلاش میں غروں سے دوڑا نہیں، جیسے یہاں کوئی گول چکر نہیں تھا۔ اب اسوں نے دائیں
 طرف دیکھا، لیکن ابھر بھی کوئی گول چکر نہیں تھا۔

"اف خدا یہ رتہ توئی کوں چڑھیں ہے۔" اسوں نے داپ کر کہا

"گنگ، کیا مطلب؟" کئی آدمی ایک ساتھ بولے۔

"مطلب یہ کہ چھ ہفتہ کسی اور طرح کھلا ہے۔"

"اوہ۔" ان کے سر سے نکلا۔ ساتھ ہی اسوں نے دوڑتے قدموں کی

آواز اُڑا دی کہ آئے محسوس کی۔

ان کے دھڑکنے لگے ہوئے۔

☆☆☆

مارشل لاء

چہرے تھک کر گئی تھیں۔ پورا آدھا رات کی آواز سنائی دی

"تو کیا سب میں اس سرنگ میں لڑائی لڑنا ہو گی؟"

"ہاں، ایسا ہی محسوس ہوتا ہے۔ لیکن اس لڑائی میں ہم ہر صورت میں

نکلتے ہیں۔" وہ قوم پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور آگے بڑھ سکتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ ہمارے پاس اسلحہ ہونے کے برابر ہے، گولہوں کب تک چلیں گی،

اب کب دشمن۔ طرح ٹوس ہے۔ ان کے لیے ہر قسم کی سازش ہو جو ہیں۔" خان

رجحان نے جلدی جلدی کہا۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم ہمت ہار دیں۔ ہمارا ہر وہ ساتھ کریں۔

خان، وہاں وہ۔ بچے سمجھاں وہ۔ ہر مطلب ہے۔ براہِ عملت سب کچھ کے بل لیت

جہاں دشمن کا استقبال کرنے کے لیے ہری طرح تیار ہو جانا، کچھ بھی ہو، ہم بہادری

کی منتظر ہیں گے۔" ان پکڑے ہوئے۔

"ہمیشہ ہم بھی ان کا ساتھ دو۔ وہ ہمارے حوالے کر دیں اسے کھولے

کا طریقہ معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"اچھی بات ہے، آئیے۔" انہوں نے کہا اور ہاتھ لگوں کے ساتھ

آئے۔ سب کے سب بیٹے کے بل لیت گئے اور دشمن کا انتظار کرنے لگے، جس

پر وہ فیروزہ دیکھ رہے تھے۔ وہ وہاں کے دائیں ہاتھ "ایچ" لگا کر ہر طرف دیکھ

پھر رہے تھے۔ جب کہ ہوا اُبل رہے تھے۔ دھڑ دھڑاتے قدموں کی آواز صاف
سنائی دے رہی تھی۔

"انٹس بہت سرخ آگیا ہے، ہوشیار ہو جاؤ، بھاری ٹوٹی گولی جان نہ
جائے۔"

"نکریں لہا جان، ہم ان کے لیے آسان فضا جانتے ہیں ہوں
میں۔" فردا نے پرجوش لہجے میں کہا۔

پرویسر صاحب خط و سر پر آچکا۔ "بہت اچھی سینہ جائیں۔"
ہشیکو جشیڈ کو ان کا خیال آیا۔

"میں یہ بہت سہا ہوں۔" میں یہ بار بار ہم سب ہی سینہ
جائیں گے۔ سرگ کا دار میں نہ صرف میں ہی سمجھتا ہوں۔

"آپ کی بات بھی ٹھیک ہے، لیکن اس سے بہت صورت میں آپ
شدید خطرے کی زد میں ہوں گے۔"

"اب ہم بھی شدید خطرے میں گھر چلے ہیں جشیڈ میں۔" فردا نے
رشتوں کو اشارے کی تپری کر دی۔ "میں نے سب سوسنا رہی ہوں۔"

"چھا چپے آپ کی مرضی۔ جان رہا ہوں کہ سب کچھ اسی میں
اس مرحلے پر تمہارے لیے بد گئی کرنے کے قابل ہیں۔ فاش سروس سرگ میں

داخل ہوئے۔ ہم کسی اور راستے سے بچنے لگے ہوئے تھے۔ اور یہ خطا تو
ضرور ہوتا، لیکن ہم میں سے کچھ سوچا جاتا ہے۔" انہوں نے ارد گرد سے لکھ کر کہا۔

"ہا جاؤ، اس کے لیے باہر سانس باتیں دیں۔ اس طرح میں انہوں
جشیڈا سوسنا ہے۔" فردا نے بولی۔

"ہاں، جشیڈ، اس میں لکری کیا بات ہے۔ سسلاں کو موت سے بچاؤ۔"

میں نے صاف بولے۔

ساتھ ہی انہوں نے دور بہت دور سرگ میں دھسوں کو دوڑ کر آتے دیکھ

لیا۔

"دشمن آچکا، ہائر۔" خان نے صاف بولے۔

انہوں نے اشارہ کیا، "فائر روپ۔" بھاگتے دشمن سر کے بل کرے اور اس
کے پیچھے آگے دھنسنے پر آمادہ۔ ان ٹینک سرگ میں مدد دے رہے تھے۔

شاید اس سب کی وجہ سے انہوں نے سرگ میں آگے چلنے لگے تھے۔ دشمن
نے دوسرا مدد دیا۔ شاید انہیں یہ امید تھی کہ ان کا مقصد اس دور سے دھڑکی سے لپکا

جاسکے گا۔ وہ تو یہاں پہنچے تھے کہ ان کی کثیر تعداد اور ہندو سرگ، چوڑے روگ حوا
کو ان سے خوف کھاتے تھے۔

سب دھکی سب کے سب سینے کے بل لپک گئے اور بھٹی بھٹی دھسوں
سے ان کی طرف آج رہے تھے۔ چاہے ان کی نظر کڑے ہو یا دھسوں پر

پڑی۔ ان میں سے ایک نے اپنے سینے میں کاٹا۔ یہ لیکن اس وقت پہر جشیڈ
رخصت سے نکلے ان ٹوٹی سے چاٹ گئی۔ پرویسر دوا دھڑکی سے بکس رہے تھے۔

دوا دھڑکی کا دھڑکھانے کی لگ رہی تھی۔
"میں نے دھڑکھانے کیوں گئے۔ تم میں چند دھسوں سے دھڑکے۔" دشمن کی

طرف سے شاید ان کے کھانے کے لیے۔
یہاں جیسے وہ ایک دم ہوش میں آگئے ہوں۔ اس کی رائیسیں سیدھی

ہو گئیں، لیکن میں اس وقت اس سے باز رہا رہی گئی۔ یکبار پھر چھین گونج اٹھیں۔
ساتھ ہی دشمن نے بھی ہاتھوں دیا۔

پرویسر دوا کے منہ سے نکلے دوا چلی گئی لیکن لڑ کر رکھ دیا۔ ساتھ ہی

انہوں نے ان کی "وازشی"

"م، میں۔ جھید۔ میں ہے۔"

اور ان کی آواز آدھ گئی۔ جیسے ہوا کا ایک بھونکا ان کے جسموں سے ٹکرایا۔

مگر کچھ لمحہ تو دہانت نکلا تھا۔

☆☆

وہ اندھا اندھے اور دہانے کی طرف دوڑ پڑے۔ ایسے میں انہیں جھید

کو سب سے زیادہ فکر پر دھیر دانا دکھا۔ ان کے کوئی تک ہلکی جی، جس اس کا مطلب

یہ نہیں تھا کہ انہیں جی میں کچلے جانے کے لیے بچے پڑ رہے یا جانے بچا انہوں

سے ایک لمبی چملا تک لگائی اور تک بچے گئے۔ دوسرے ہی سے انہوں نے انہیں

ہائیکہ سے پر ڈال لیا۔ اس وقت تک قید خانے سے ساتھ آئے والے قیدی سرنگ

سے باہر چلا آئے تھے۔

دوسرے ہی سے ان کی جیوں نے صفا کھرا کر دکھا۔ اس وقت تک وہ

بھی سرنگ کے دہانے پر پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے فوراً خود کو گرہ لیا اور ایک سرنگ

سے نکل آئے۔

"باہر بھی دشمن موجود ہے جان رہاں اور سرنگ کے اندر بھی۔"

انہیں جھید پڑا۔

"اور باہر بیٹیا اکبر بھولنے کے ساتھ موجود ہیں۔ ڈی سائٹ نے پیدا

کا ما کبر بھولائی کو فرس کرنے کا کہہ گا۔" فرار ہوئی۔

"ہاں ہاں کل بھی بات ہے۔"

وہ دیکھتے ہوئے "نیم طرف مڑ گئے۔ دونوں طرف کے فتنوں سے بچے

کا بس بھی طریقہ تھا۔ انہیں جھید پڑا۔ وہ کسی محو تک پہنچ جا چاہتے تھے، کیونکہ

انہوں نے محسوس کر لیا تھا۔ پرو فیسر داؤد ابھی رخصت ہیں اور انہیں فٹنگ کی ضرورت تھی۔

چند ٹیکٹہ بعد ہی انہوں نے دوڑتے قدموں کی "وازشی" اور ڈی سائٹ

کے کوئی دہانے پر نمودار ہوئے، لیکن گولیوں کی بو بھڑانے ان کے پر لپٹے اڑ رہے۔

اکبر بھولائی کے ساتھیوں نے ڈی سائٹ کے نوٹوں کو نشانہ بنا ڈالا تھا۔ اب انہیں کیا

معلوم تھا کہ انہوں نے کون سا دھوکا کھائے تھے۔

"جان رہاں سوچ اچھا ہے۔ صورت حال دلچسپ ہو گئی ہے۔ ہم

سوچنے سے قانع نہ کر سکتے ہیں۔ ڈی سائٹ نے اکبر بھولائی کو

میں پر بھی بنا دیا ہو گا کہ ہم لوگوں کے ساتھ بہت سے قیدی بھی فرار ہو گئے ہیں۔ تم

نوٹ یہ جان کر حوش ہو گئے کہ پرو فیسر داؤد وہ ہیں اور میر خیال ہے، ڈی سائٹ بھی

نکل ہیں۔

"فکر ہے خدا کا۔ وہ ایک ساتھ ہوں گے۔"

"اور اکبر بھولائی کے آدی سرنگ سے نکلے، ہوں کو قیدی ہی خیال کر رہے

ہیں۔" قاریق مسکرایا۔

وہ دیکھتے ہوئے اس جگہ سے دور ہونے چلے گئے۔ سرنگ کے پاس بھی

تک قاریق ہوئی تھی اور اس قاریق پر وہ بار بار مسکرا رہے تھے۔ قاریق کے تو ہر بار

حالت نکلے چلے رہے تھے۔

"بھئی، اب اتنے بھی دانت نہ کلاؤ، کہیں، ہری نہ کر جائیں۔" فرار

نے بل کر کہا۔

"سیر سیر دانت مصنوعی نہیں ہیں۔" قاریق نے منہ تھاپا۔

"جب خدا کا شکر ہے کہ وہ محمود ہوا۔"

”یاد اللہ تیرا فکر ہے کہ تو نے مجھے مصنوعی دانت عطا نہیں کیے۔“ فاروق بولا۔ وہ مسکرائے گئے۔ گویا اس کی آواز اب لمبے لمبے زور ہوتی جا رہی تھی۔ یعنی وہ سرگرم سے بہت دور کل آئے تھے۔

اب انہوں نے پردیسر داد کو لٹا کر دیکھا۔ اس کے کونٹے بارہ سے تھیں
بہرہ تھا۔ اسہوں نے جلدی جلدی بارہ پر مال و خیرہ بانٹ دیا اور مگر پلٹنا شروع
کیا۔ چندہ منٹ بعد پردیسر داد سے "تھیس کھوں" کیا۔

”میشہ میں رخصت ہوں؟“

”آپ سیدرِ عود ہیں۔ معمولی سے زخم آئے ہیں۔“

“الحمد لله”

"نیکو آپ کے دے دے۔ اس طرح کھول لیا۔"

”دو اونچی نظر کا، یہ گڑھا نظر آیا تھا۔ میں نے اس میں ہاتھ ل کر اس کے
 اشارے سے کہ گولی میرے مار میں لگی اور میں کہہ گیا ہوں کہ کھل گیا تھا اس کے
 لہجہ میں حیرت تھی۔

آج۔ ”خان ارمان ہو گئے۔“

”پتو ٹکڑ ہے، مجھے اپنے رنجی ہو رہے گا ہولی اسوس نہیں۔“ پردہ فسر واد
خوش ہو گئے۔

”میں چاہتا ہوں جلد از جلد مجھے میں بھی آپ کو چھپتا ہوں میں داخل کرادوں۔ اس کے بعد میں لوگوں کی طرف توجہ دوں۔“

”تو کیا تم ان لوگوں کو نہیں لڑتے پھوڑ جاؤ گے“ پروفیسر داد
حیران ہو کر بولے۔

اور یہ یہ جاسکتا ہے۔ اس وقت مناسب بھی یہی ہے۔ انہیں آپس میں
بیٹھے دیا جائے۔ آپ کو ہسپتال میں پہنچ کر ہم فوج کی مدد حاصل کریں گے۔
اسی لئے تھا۔

رہا۔ اس نے کہا۔
 ۔ جاے انہیں کب تک پیدر چلتا پڑے۔ آخر خدا کر کے ایک ایسی ہی
 ۔ دو اس میں لہ پھرد کر ہسپتال پہنچے۔ ایسی ذرا انجورے اعتراض بھی کیا کہ اس کا
 چال ہو گا۔ گا، لیکن اسوں نے چال کی دے داری اپنے سر لی۔ اس وقت
 ۔ اور دو سے رقم کا مارک مسئلہ درپیش تھا ایسے میں وہ چال کی کیا پروا کرے۔
 ۔ اس سے جس کا سبب بدھیں ہو گا تھا انہیں اکثر اس کے حوالے کر کے وہ
 ۔ اس وقت۔ حد کی طرف رو۔ ہو گئے۔ کیش ارشادے انہیں دیکھ کر حیرت زدہ ہو کر
 میں ہمیں بھیٹا میں دیکھ رہا

"مستور ہوتا ہے، آپ تمام دھڑوں سے فارغ ہو چکے ہیں۔"

تجسّس کیس میں صاحب ایسی کوئی بات نہیں۔ ہم تو براہِ دشمن ملک تک پہنچے۔

جی پافر مایا۔ ڈسٹر ملک نکلا۔ اس کے بعد میں جا کی حیثیت رکھتی
 مایا نے کہا کہ بعد ہم ریشی اٹھاؤ آپ کی تھی۔ انہوں نے یہ
 کہہ کر انہیں رشا کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

”الغیر! آپ میں کیا سن رہا ہوں۔“

نوی حقیقت ہے۔ ہم نے آپ کو کسی مہمانی ناول کا کوئی حصہ نہ کر سیر۔ ای۔" فاروق بولا اور خانہ درخانہ منکرا رہے۔

پر پ کیا پروگرام ہے؟“

”پاپے رتے کو لے کر ہمارے ساتھ پیے۔ گیس ہس سے پہلے آپے

آ میر کو تمام حالات سنا دیجیے۔ تاکہ وہ فوری طور پر اس سرحد پر بھاری قندارے
 "نہیں۔ کیا خبر دشمن ملک مصلحت میں تفریق کر رہا ہے۔"
 "انہی بات سے۔" اس نے کہا اور خون کر رہے چلا گیا۔ وہ سٹ بعد اس
 کی روانہ ہوئی۔

"لوں کر دیا ہے۔" بھی سب تھکات ہو جا میں گئے۔ ہم آپ کے
 ساتھ چلنے کے لیے تیار ہیں۔"

شہریہ۔ "اسوں نے کہا اور چاروں نے دستے کے ساتھ وہ پھاڑوں کی
 طرف دو۔ ہوتے۔ وہاں آپ کھس طر پر ساموٹی جاتی تھی۔ سرگت۔ آئے تھے
 قریب اور دھڑا دھڑا شیش ٹھنڈی پڑی تھی۔ سرگت کا بار کھال دیا گیا۔ یہ بھی
 لاشیں بکھری پڑی تھیں۔

"اس سرگت کو بھی مدد کرنا ہوگا۔" انسپکٹر مشید بڑبڑاتے۔
 "خطرہ بچی۔ سب سے پہلا کام ہی یہ کیا جائے گا۔ برائے صاحب خود
 تشریف لارہے ہیں۔ وہ یہ نام اپنی گراں میں کر رہے گئے۔"

"اس کے علاوہ ایک اور بہت ضروری کام ہے۔" ریٹا صاحب
 آئیں تو میں انہیں تصدیقات بتا دوں۔" انسپکٹر مشید بڑبڑاتے
 "وہ کیا کام ہے؟" کپٹن مرشد نے پوچھا۔

"اس لیے پر مارشل لا نافذ کرنا ہوگا۔ لوگوں سے دوسرے یہ بات
 کالابو کی کمانڈر بھورانی اس لیے کا حاکم ہے۔"

حموداں یہ بہت ضروری ہے۔" اس نے کہا۔

وہ دیکھنے بعد بریگزیر صاحب پہنچے۔ وہ ان سے یہ کہ بہت خوش ہوئے۔
 انہیں سارک ہاروی کو دشمن ملک سے بچ کر نکل آئے تھے۔ انہوں نے مارشیل لا

"میں میں بند کر گئے ہیں۔" اس نے یہ پوچھا کہ مارشل لا۔" میرے کی "خوبی مارچ کو لگایا
 جائے گا۔" یعنی اکبر بھورانی کا جاس کے بعد۔

☆☆☆

مصرعہ

دوبلہ سبوں نے ایک ہوٹل میں گرہ لے لیا۔ اس کا بار دو وقت سپتال میں
کھلا۔ پردہ فیراؤ ڈاؤب بہت بہتر تھے۔ اس دوران محمود فاروق اور فرزانہ شہیدہ الحسن
کا شمار ہے۔ انہوں نے لگی ہمارا کبر بھرائی کے با سے میں چمکا۔
”اہ جان! تمام حالات کے بعد بھلا اکبر بھورانی کا کرتاں میں اجلاس
کیوں طلب کرے گا۔“

”اگر وہ قادم میں اجلاس نہیں بلانے کا تو نہیں اور چاہے گا۔ بلا۔ گا
ضرور۔“

”لیکن ہمیں کس طرح مظلوم ہوگا کہ اجلاس کہاں ہو رہا ہے؟“ فرزانہ سے
پوچھا۔

”یہ کیا مشکل ہے۔ نور دی موہنی، سارہ، و فیروزہ یہاں موجود ہیں۔ یہ
لوگ اکبر بھورانی سے خاص آدمی ہیں۔ اجلاس میں ضرور شرکت کریں گے۔ ہم نے کا
نقاب کرتے ہوئے اجلاس کی جگہ تک پہنچ سکتے ہیں۔“ انہوں نے جواب دیا۔
”اور اگر ان لوگوں کو حالات کی رکت کی وجہ سے نہ ملایا گیا تو۔“ فاروق
نے اعتراض کیا۔

”تب بھی ہم اجلاس کی جگہ ضرور مظلوم کر لیں گے۔ یہ ن نظروں میں رکھ
اور لوگ بھی ہیں جن کے بارے میں مجھے یقین ہے کہ وہ اکبر بھورانی گردہ کے آدمی

ہیں۔“

”دور، کون لوگ ہیں، کیونکہ عرفان قاری مارا جا چکا ہے اور کوئی آدمی
ہمیں اب نظر نہیں آتا۔“ محمود نے جملہ کر کہا۔

”ہمیں چاہیے، انہیں کھیں کھلی رکھا کرو۔“ اسپیکر جشید ہوئے۔
”لیکن اس کیس کے دوران ہمیں آنکھیں بند کرنے کا موقع ہی کہاں مل
سکے گا جان۔“ ہوا تو بولا۔

”خاں دس بیٹے میں اجلاس کی جگہ سمجھا ہے۔ وہاں پہنچ کر مظلوم ہوگا کہ
کیس کے دوران تمام سوتے رہے ہو یا جاسکتے۔“ انہوں نے پراسرار لہجہ میں کہا۔

”آپ تو ہمیں دیکھ رہی ہیں۔ لیکن میں چلا کر رہے ہیں۔“ فاروق نے بے
توجہ ہو کر کہا۔

”تم ہی کیا، میں بھی نفس کا قمار ہو کر رہ گیا ہوں۔“ خاں رحمان ہوئے
اور وہ مسکرائے ہلکے انداز میں۔

سازمے کو بیٹے ستر چاہتے ہوئے ہوئی سے لکے۔ اسی وقت اس کی نظر
ایک جگہ سے پھٹنے لگی۔ وہ نیلی سے اس کی طرف پڑھے۔ یہ وہی جیسی
ارہ تھی جس کی جیسی میں سر پہنچے تھے۔ جس کے ساتھ اس کی کافی، ہر تک بات
پیت ہوتی تھی۔

”ہو، مٹی، کیا حال ہے؟“ اسپیکر جشید مسکرائے۔
”او، جیسا آپ کہتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے فرمائیے کہاں کا ارادہ ہے؟“
”ہر دور ایک دو جگہ جا رہی ہے۔“
”میں کی جیسی حاضر ہے۔“

”میں یہ بھی لے آ رہا آئے ہیں۔“ انہوں نے کہا اور جیسی میں بیٹھ

"نہیں بھئی، ہمیں ڈرامہ پڑے میں رہنا ہے۔"
"تو بہتر میں ابھی فون کر کے آتا ہوں۔" اس نے کہا اور ٹیکسی سے اتر

کر چلا گیا۔

"آپ کو کیا پتا چلے گا؟" محمود نے بچہ میں حیرت تھی۔
میر حیدر تھا، اجلاس وقار سرلی کی محلے کی روڑیں سوہنی تھیں۔ مکہ میں
ہوگا جس میں تو کوئٹہ کی آمد و رفت کے کوئی آثار نہیں ہیں۔ انہوں نے پریشان

۲۰

"میر بیا ہوگا؟"

ہوں، اتنیس نام جلاں کی گدگدائی کر میں گئے۔ وہ بولے۔

تین سوٹ بعد عادل دیکھا آتا نظر آیا۔ آئے ہی ہوا

"وہ گھر میں نہیں ہے۔"

"نہیں ابھی نہیں دیا تھا، آپ وقار سرلی کے بارے میں معلوم ہے؟"

"ہاں، ہے تو سکا۔"

یہ یہ حالت کسی وقار نامی کی ہے؟ انہوں نے پوچھا

نہیں، ہو سکتا ہے کسی سے میں ہی ہو۔ اب تو دو عمارت اٹھ

مکار کے مالک سامعہ کی ہے؟ اس نے بتایا۔

"اے اے سے سے ایک ساتھ اٹک۔"

تب تو آپ وقار منزل میں چلیں۔ جس سرور و چہ ہوگا، اگر صوفی

... میں میں ہوگا۔ قصبے میں حکم تو اسی کا چلتا ہے، ہم لوگ بھلا اس کا کیا

۲۱

مرد کی بات ہے اما جہاں۔ عورت نے پر جوش لکھ میں کیا۔

گئے۔

"ہم آپ کا نام پوچھنا بھول گئے تھے۔ نام بتانا پسند کریں گے؟"

"کیوں نہیں؟ میں کیا حرج ہے۔ مجھے عادی کہتے ہیں۔"

"آپ بے تباہ تھا آپ کو میری صورت ہے۔"

"ہاں، ٹھیک ہے۔"

"تو پھر آج ہم آپ کو میری شکل سے ہمیشہ ہمیشہ سے ہے تم

رہنے جارہے ہیں۔ شاید آپ کو یہ جاں خوش ہوگی۔"

"اے، یہ تو واقعی بہت خوشی دیتا ہے، مجھے تو مجھے کچھ پے ساتھ

رہیں۔"

"معنی یہ مشکل ہے کیونکہ یہ کام جاس جو کھوں ہے۔"

"پھر کیا ہوا؟" اس نے لاپرواہی سے کہا۔

"جیسے جیسے تھائی سرسی۔ اسپتال مشیہ۔ کدہ مشیہ۔"

نوروزین سوہنی سے کہہ چکا ہے، جس ٹیکسی پٹہ دوری رات پڑا۔ ہم اور

دور رہا تو وہ نہیں گئے۔"

"ابھی۔" اس نے کہا اور ٹیکسی چلا دی۔

پندرہ سوٹ بعد دو سوہنی کے گھر کے سامنے موجود تھے۔

سسر خاں، آپ کو یہ تکلیف دوں گا۔ اور کسی پلٹ لوں تو خود سے

نوروزین سوہنی کو فون کریں۔ اس طرح یہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ گھر میں ہے یا

نہیں۔"

"لیکن اس کی کیا ضرورت ہے۔ آپ دستک دے کر بھی تو یہ بات معلوم

کر سکتے ہیں۔"

"نہیک ہے، اب ہم وہیں چلیں گے۔"

"میں منٹ بعد عادل نے نہیں دکار مڑوں کے پاس پہنچا دیا۔ یہ شہری آبادی سے الگ تھلک قمارت تھی۔ اس کے چاروں طرف درخت ہی درخت تھے۔ مکان کے ارد گرد کاریں ہی کاریں کھڑی تھیں۔ کاروں کو، کچے کراپٹے مشینوں سے۔"

"میں نہیک ہے۔ سبوں سے جاس کی جگہ تبدیل نہیں کی۔ بہت دیر لوگ

ہیں۔" یہ کہہ کر انہوں نے چاروں طرف دیکھا۔

"آپ ادھر دیکھ کر کیا دیکھ رہے ہیں؟"

"دیکھ رہے ہیں صاحب کو، کچھ رہا ہوں۔ انہیں اب تک جاس بھی جانا چاہیے

تھا۔"

"تو کیا وہ پہلے تو وہیں سوچی تھے کہ کی طرف نہ۔"

"یہ نہیں، دروازہ کھلا جا رہا ہے۔ گارڈز کا اور بریگیڈ۔"

گا۔ اس صورت میں بھی انہیں بے تک جانا چاہیے تھا۔ غیر متعین رہیں گے۔ اب ہم اور نہیں رہ سکتے۔ آؤ، جی چلیں۔"

وہ آگے بڑھے۔ قمارت کے دروازے پر کون گراں نہیں تھا۔ دروازہ اندر سے بند تھا، چنانچہ وہ چکھکھاکر کھلی طرف پہنچے۔ کئی درخت قمارت کی سڑ پر کو پھو رہے تھے۔

"قمارت کو ہی نہیں، ہم سب کو اسی طرف سے جانا ہوگا، تاہم ہم ہر دوئی

دروازہ اندر سے کھول دیں گے تاکہ بریگیڈ صاحب کو وقت نہ ہو۔"

"چلو، جی محمود، آج صرف مجھے درخت پر نہیں چڑھنا۔" قمارت سے خوش

ہو کر کہا۔

"نہرے کی ماں کب تک خیر متائے گی۔" نذرانہ مسکرائی۔

"اس صرب لٹل کا یہاں کیا موقع؟" قمارت نے پوچھا کر کہا۔

"میرا مطلب ہے۔" نذرانہ نے کہا چاہا، لیکن لپٹا کر مشین سے ڈسٹ

ڈالا۔

"میں نہیں، ہمارے پاس فلاح کرنے کے لیے ایک کو بھی نہیں رہے۔"

"کوہ، ہمیں انہیں ہے، ہاں۔" نذرانہ نے ہم کر کہا اور سب لوگ

درخت پر چڑھ گئے۔

اب سب لوگ جھٹ پر پہنچ گئے تو رپے کا رخ کیا گیا۔ رپے کا دروازہ

بند نہیں ملا۔ یہ کہہ کر محمود لٹک گیا۔

"کہیں ہم لوگوں کے لیے مال تو نہیں بچا دیا گیا کیونکہ یہ بات تو ن

وٹوں کو معلوم ہو چکی ہے کہ ہم ان کی نذر سے نکل آئے ہیں۔"

"ہوا۔ کرو، بچا ہے، وہ کس جال۔ اب ان کے ہر جال سے نذرانہ

ہوئے کائنات آچکا ہے۔ انہیں نہیں معلوم، ہم تو جی تو قسے میں سے آئے، آگے کا ہر گام

پتے ہیں۔ کہہ بھوری کا خیال یہ ہوگا کہ مارشل لا تو کس پر۔ ملک میں لگ سکتا

ہے، لیکن ہم اسے جی مارشل لا کہتے ہیں جو شد صورت کے تحت لگا جاسکتا ہے

"اور مگر حالات معمول پر آنے کے بعد فعال ہو جاتا ہے۔"

"پھر بھی، کیا، کہ بھورانی تھی بے خوف ہے۔"

"بھول لوگ طاقت کے شے میں بے خوف ہو جاتے ہیں۔ اس کا خیال

ہوگا، دشمن ملک اس کی پشت پر ہے۔ ہم لوگ اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے، آؤ۔"

وہ دسے پاؤں بیڑیاں اترے گئے۔ قمارت کے درمیان میں ایک

نہرے سے ایک آواز بھرتی سنائی دی۔ وہ اس طرف قدم اٹھائے گئے، پھر خیال

آنے پر دکھ کے پورا لپٹا کر مشین نے سرگوشی کی

”محمود اور وائزہ کھول آؤ۔“

”جی ہنجر۔“ دو چلا گیا۔ جلد ہی وائزہ آپا اور سر کے شادے سے قیاد کر
دور اور کھوپا یا ہوں۔

آپا اس کمرے کے دروازے تک پہنچے کمرے میں جرمے کی
آواز اب انہیں صاف سنائی دینے لگی۔ کوئی کہہ ہاتھ

”آپ لوگ جے اس نہ ہوں، میں نے تمام دروازے بند کر دیے۔ ہمارے کچھ
نہیں بچا رہے، جو سی او اور داخل ہوں گے، انہیں قاتل کر دیا جائے گا۔ اس کا بھی
ہماری ذمہ داری ہے۔ اس قابل فریب ہیں۔“ یہ وہی وہی بات ہے۔
دکھات میں سے یہ صرف ایک قسم کا جرم ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ
ہمارے قبضہ ہونا چاہیے۔ مگر یہ قدم اٹھایا جانے والا ہے۔“

ان الفاظ سے ساتھ ہی اپنی حسیہ سے دروازے پر یہ وہی دروازہ
دلی ہو گیا۔ ابھی وہ یہ کہہ رہا تھا کہ اس کے دروازے پر موجود ہے کہ
کی جہاں اس سے ساتھ ساتھ یہاں بھی گئی تھیں۔ سب سے پہلے وہی
تھے کہ اس سے پہلے یہ کوئی میرے ہوتو تھی۔ اس پر یہ پہلے رہا تھا
صوبہ تھا۔ اسی وقت پہلے سے ایک اور راہ گری

”تو آپ لوگ آئی پیچھے۔ ہمیں بھی آپ کا نفع تھا۔ خوش آمدید ہمیں
آپ لوگوں سے یہاں آکر ملنے کی۔ آپ کو یہاں ہیں آنا چاہیے تھا۔“ آپ کو معلوم
ہونا چاہیے یہاں کی قسم کی نظامیہ کا اجلاس ہوتا ہے۔ اس اجلاس میں عام
لوگوں کو شامل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ جس کی پاداش میں آپ کو قتل کیا جاتا
ہے۔ ذی ایس پی صاحب ہاں لوگوں کے ہاتھوں میں چھڑیاں بکائی جاتی ہیں۔“

پھر چھڑیاں۔ فاروق سے سرد آواز گھری اور وہ سراسر بے ہوش ہو گیا۔

اسی وقت کمرے میں کچھ اور لوگ داخل ہوئے۔ انہوں نے مزید دیکھا۔
ہمیں کے قتل کیا گیا۔ ذی ایس پی کے پیچھے موجود تھے اور اس میں سے کٹر۔ ہاتھوں
میں ہتھول تھے۔

”یہ تو کچھ سراسر اس کو تباہ کر رہے تھے۔ میں نے انہیں قتل کر دیے۔“

”تمہارے کمرے میں تھی سائٹ۔ سامنے اور چوڑی، اور یہ تو ہمیں قید
میں رکھیں گے۔ اور آپ ملک کی پولیس کا اس طرف سے کیا کر رہے ہیں۔“
پہلے مشید۔ مرنا تھا

”میں یہی کہتا ہوں ایس پی صاحب۔“ آواز اب گھری رہی۔
”ہاں ہاں آپ لگا رہے ہیں۔ چلو اس کے ساتھ ساتھ۔“ اسی میں ہی
اس کا تعلق ہے کہ۔

”تمہارے ایس پی صاحب۔ پہلے اس کے ساتھ ساتھ چلو، لیکن
اور آپ نے محاصرہ میں تھے کہ حثیت کو تسلیم۔ یا تو یہ آپ کی حثیت تھی
پہلے مشید۔ کہہ رہا تھا کہ وہی اجازت نامہ نکال کر اس سے اس سے اس سے
اسے چھوٹا کر کے لے کر پھرتا ہوا اور پھر منہ مٹا رہا تھا۔

”یہ تو مدد رکھنے کا اجازت نامہ ہے۔“ آپ ملک کے کسی بھی معاملے میں
جملہ مددگار رہتے ہیں لیکن اس قسم کے مدد کے علم میں پہلے۔
”جب آپ بد قسمت ہیں۔“ اس کے ساتھ ساتھ یہ ہے۔
”جھٹکنا یہ لگا رہا ہے۔“

پھر ایس پی صاحب کی طرف بڑھے۔ اسی وقت ایک تیز آواز اب گھری
”تمہارے ایس پی صاحب کی جلدی ہے۔ ان لوگوں کو چھڑیاں نہیں لگا

جاسکتیں۔"

لوگ چونک کر مڑے۔ وہاں بریگزیر صاحب کھڑے تھے۔ اور ان کے پیچھے فوجی جوڑ

آپ۔ آپ لوگ شہری مقامات میں داخلہ کرنے کیسے چلے آئے۔ آپ کا کام سرحد اور کی حفاظت کرنا ہے۔ چاہیے اور سرحدیں دیکھیے۔ "ای ایس پی نے منظر ادا۔"

سرحد کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بھی دیکھنا پڑتا ہے، ملک میں کس جگہ کوئی دوسرا بھروسہ ہے۔ درحقیقت سول انتظامیہ اس دوسرے کو دیکھنے پھرنے کا موقع تو نہیں دے رہی۔ اگر ایسی کوئی بات نظر آئے تو ہم شہری مقامات میں داخلہ کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اس وقت بھی صورت حال ایسی ہی ہے، لہذا ہم آپ سب کو کرنا کہہ رہے ہیں۔"

"آپ ان لوگوں کو سنبھالے، میں ذرا کیر بھرائی کی خریدتا ہوں۔"

ہینکڑ جوشید ہوئے۔

"ٹھیک ہے۔"

"آپ لوگ اپنے گھر میں کاشے ہو رہے ہیں۔" لادڈ ہینکڑ پر آواز ابھری۔

"وہ کس طرح؟" ہینکڑ جوشید ہوئے۔

"میرے ایک اشارے پر چوکی ملک کی فوج اس قصبے پر حملہ کر دے گی۔"

اس صورت میں آپ کا بیٹا بھی نہ کیا کر سکتے گا۔

"اس کا انتظام بھی کر لیا گیا ہے۔ ہم کڑو نہیں ہیں۔ یہ قصبہ دشمن کے قبضے میں دینے کی بجائے باقاعدہ جنگ لڑنے کے لیے تیار ہیں، آواز وہ اپنے ماتحتوں

کو۔" ہینکڑ جوشید ہوئے۔

"بہت اچھا۔ اب تم لوگوں کا انتظام بہت بھیا تک ہو گا۔"

اس کے ان الفاظ کے ساتھ ہی ہینکڑ جوشید درمیانی منزل کے کمرے کی طرف بڑھے۔ وہ پہلے ہی اندازہ لگا چکے تھے کہ اصل بھرم کس جگہ موجود ہو سکتا ہے۔ عمارت کو پہلے ہی گھیرے میں لیا جاتا تھا۔ وہ اس چھوٹے سے کمرے میں داخل ہوئے۔ انہوں نے دیکھا، اندر بھرم بیٹھا تھا۔ مگر اس کے سامنے ایک ایک لگا ہوا تھا اس کے چہرے پر ایک طرح کی مسکراہٹ تھی۔

"یہ کون ہے لادڈ جان۔" محمود بولا۔

"اس کا نام تیمور ایاز ہے۔ کچیس سال پہلے اکبر بھرائی کی دھمکی سب سے پہلے ہی شخص کوئی تھی۔ دھمکی لے کر یہ پولیس کے پاس گیا تھا مگر پولیس اس دھمکی کو نہ لے لی تھی، پھر اسے تین دھمکیاں اور پولیس اور اس کے کارخانے کو آگ لگ گئی، پھر دوسرے سینہ انٹاریہ کو دھمکی ملی تو اس نے فوراً ہی مطالبہ مان لیا اور نو روپین سو پیسہ کو رقم دیا کہ وہ اس طرح اس کا کارخانہ بچنے سے محفوظ رہا۔ سب لوگ تیمور ایاز کو بد قسمت ٹھہرا کرتے رہے۔ اکبر بھرائی کا پیدا ہوا تھا دیکھتے رہے۔ کسے معلوم تھا کہ وہ تو خود اکبر بھرائی ہے۔ خود کو ہر قسم سے محفوظ رکھنے کے لیے اس نے یہ چال بلی تھی۔"

"حق یہ ہے اس شخص اور تیمور کا باپ ہے۔"

"ہاں، اس بے چارے کو کیا معلوم کہ میرا باپ کون ہے، کیا ہے۔"

"آلہ اللہ۔" تیمور ایاز کے منہ سے نکلا۔

"تم جہاں کے دروازے پر دستک دے چکے ہو جوشید، ایک بڑے ملک کو ملک کے لیے خطرہ بن چکے ہو۔"

"دیکھا جائے گا۔ اپنے ملک کا ایک پورا قصبہ بھی تو ان کے قبضے میں نہیں

دیا جاسکے۔ یہ تو ہر ملک دشمن کے لئے میں دے دیتے کے برابر ہوگا۔

اور ان کے ساتھ آنے والے چند فوجیوں میں سے دو آگے بڑھے اور انہوں نے اس کے ہاتھوں میں پھنسا دیں۔ انہوں نے اس کے تمام ساتھیوں کو گرفتار کیا جاپان کا تھا۔ لیکن وہ ڈرا بھی خوف زدہ نہیں تھے۔ خوش و خرم ہمارے ہمارے تھے۔

"لہا جان، یہاں سے بے فکر کیوں ہیں؟"

"میں کا خیال ہے کہ اس کا ساتھی ملک ابھی حملہ کرے گا اور انہیں جڑا لے گا۔ ہم جنگ بند کرنے کے مسئلے میں اس کی ہر شرط مان لیں گے۔ جس سے بے ہارے خوش فہمی میں چلا ہیں۔ ہم سلسلہ میں کوئی گئی گزری تو نہیں۔" یہ کہہ کر وہ ویسی پسلی کی طرف مڑے۔

"سڑی ایس بی، آپ کیا کہتے ہیں۔ سادوشی سے اپنی ذیالی رہا ہوا ہندو کریم کے ہاں کیر بھووانی کا ساتھ دیں گے۔"

"میں۔ میں۔ میں۔" وہ ہکا کر رہ گیا۔

"جیسے اور اپنی ذیالی منہا ہے۔ یہ بات زمین نہیں کر لیجے کر اب انہیں بھرائی کا دور ختم ہو چکا ہے اس لیے میں اب بھی اس کا حکم نہیں چل سکے گا۔"

"لیک ہے۔" اس نے لڑتی آواز میں کہا۔

سب لوگوں کو گردا گرد کے مٹری کی حواشات کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ پھر وہ اپنے ہوٹل کی طرف روانہ ہوئے۔

"لہا جان، ابھی ہمیں دار الحکومت جا کر اس خدرا ایجنٹ کو بھی قانون کے حوالے کرنا ہے۔" فردانے گویا دولا۔

"ہاں۔ مجھے یاد ہے اور بھی کئی کام کرنے ہیں۔ فوجیوں تک ان علاقوں کو پہنچنے سے روکنا ہے، مٹیات کا طوقان روکنا ہے اور انتظامی ڈھانچے کو پاک کرنا۔"

ہے۔ انہوں نے جانتی تھی کیا۔ ا۔

اسی دن ملک دار الحکومت چارہ تھے۔ ایر پورٹ پر انہیں اطلاع ملی کہ چوکی دشمن ملک کے سب سے حدود پر بے تحاشا فوج جمع کر دی ہے، گویا وہ کسی وقت بھی حملہ کر سکتا تھا۔ ملک اعلان کیے بغیر ہی جنگ۔ پیچھے ہٹ سکتا تھا۔

"سب ۲۲ ہنگ ۱۲۱۰ لہا جان ۲"

"دو ہنگ ۱۲۱۰ ہنگ ۱۲۱۰ لہا جان ۲"

ہیں۔

"دو ہنگ ۱۲۱۰ ہنگ ۱۲۱۰ لہا جان ۲"

انہیں تپا۔

"دو ہنگ ۱۲۱۰ ہنگ ۱۲۱۰ لہا جان ۲"

"دو ہنگ ۱۲۱۰ ہنگ ۱۲۱۰ لہا جان ۲"

انہوں نے چوکی انہیں دس بے تابی کے عالم میں ملتے پایا۔ ان کے شیر بھی ان کے ساتھ ساتھ تھے۔۔۔ انہیں دیکھ کر رک گئے۔ صدر صاحب کا بچی آواز میں بولے۔

"دو ہنگ ۱۲۱۰ ہنگ ۱۲۱۰ لہا جان ۲"

"دو ہنگ ۱۲۱۰ ہنگ ۱۲۱۰ لہا جان ۲"

نہر ان ہر کر کہا۔

"دو ہنگ ۱۲۱۰ ہنگ ۱۲۱۰ لہا جان ۲"

"دو ہنگ ۱۲۱۰ ہنگ ۱۲۱۰ لہا جان ۲"

"دو ہنگ ۱۲۱۰ ہنگ ۱۲۱۰ لہا جان ۲"

"دو ہنگ ۱۲۱۰ ہنگ ۱۲۱۰ لہا جان ۲"

http://ishtiaqahmed-novels.blogspot.com

”ان کا مطالبہ یہ ہے کہ تمہیں اور تمہارے بچوں کو ان کے حوالے کر دیا جائے۔ اکبر بھورانی نامی آدمی کو رہا کر دیا جائے اور قصبہ جالوم سے فوج پائل بنائی جائے۔ دوسرے لشکروں میں وہ اس قصبے پر اپنا قبضہ چاہتے ہیں۔“

”پہلے آپ مجھ سے تمام حالات سن لیں۔ یہ بھی عرض کر دوں کہ اس ہمیشہ پر دھیر داؤد اور خان رحمان بھی ہمارے ساتھ تھے، بلکہ پروفسر نے چارے توڑ دیے تھے۔“

”لو ہا چھا۔“ ان کے لہجے میں خیریت دہرائی۔

”جی ہاں، میں شروع سے عرض کرتا ہوں۔“ یہ کہہ کر انہوں نے پوری تفصیل سنائی۔ صدر صاحب کی تحریر اور پریشانی بخشتی چلی گئی۔ تمام باتیں دہرانے کے بعد انہوں نے کہا۔

”ایک طرح سے قصبہ جالوم پر تو وہ پہلے ہی بہت عرصے سے قابض چلے آ رہے تھے اور اس ناجائز اور غیر قبضے کی وجہ سے ملک کو ناقابلِ صفائی نقصان پہنچاتے رہے تھے، لہذا اب صرف یہ فرق پڑ گیا ہے کہ وہ اب ہمیں بھی قیدی بنانا چاہتے ہیں تاکہ اپنے ناپاک منصوبوں پر آسانی سے عمل کر سکیں۔ اب اگر آپ یہ سب کچھ پسند کرتے ہیں تو ہم اسی وقت دشمن کی قید میں جانے کے لیے تیار ہیں۔ باقی رہا قصبہ جالوم کا معاملہ، وہ پہلے ہی ان کے قبضے میں تھا۔ اب باقاعدہ ان کے قبضے میں چلا جائے گا۔ میں نے تو ان کا قبضہ ختم کیا ہے۔ جہاں تک جنگ مسلحہ کرنے کا الزام ہے وہ تو پوری دنیا پر مسلح ہے۔ کسی وقت بھی تیسری عالم گیر جنگ شروع ہو سکتی ہے اور اس جنگ میں ہمیں ہر حال میں شامل ہونا پڑے گا اور وہ جب بھی شروع ہوگی، قصبہ جالوم جیسے کسی چھوٹے سے معاملے سے ہی شروع ہوگی۔ آپ اس جنگ کو روک لیں۔ قصبہ ان کے حوالے کر دیں۔ ہم بھی ان کی قید میں چلے جائیں گے، پھر کیا ہوگا، وہ ایک

قبضے کے بعد دوسرے قبضے پر دانت جھادیں گے۔ ہم سرگرم سے نکل آنے کے بعد اگر خاموشی سے یہاں آجائے اور بھورانی کو کچھ نہ کہتے تو حالات اور بھی برا صورت اختیار کر لیتے۔ دشمن ملک وہی نازک حالات پیدا کرنے کے تو خواب دیکھ تھا۔ میں نے تو اس کے خواب کو پکنا چور کیا ہے۔ اس پر ایک کاری ضرب لگائی ہے۔ اگر آپ کو میرا یہ کام پسند نہیں آیا تو آپ اسی وقت کوئی قدم اٹھا سکتے ہیں، ابھی تو کچھ بھی نہیں بگڑا۔“ یہاں تک کہ کرائسٹلر جمشید خاموش ہو گئے۔ ان کی جذباتی آواز۔ ایک جادو سا طاری کر دیا تھا۔ صدر صاحب بھی سکتے کی حالت میں بیٹھ رہ گئے۔ آخر انہوں نے کہا۔

”مجھے ان تمام حالات کا علم نہیں تھا جمشید، تم نے میری آنکھیں کھول دیں۔ ان حالات میں ہمیں جنگ سے نہیں لڑنا چاہیے۔ دشمن اگر جنگ چھیڑتا ہے تو شرق سے چھیڑے۔ مجھے کوئی پروا نہیں۔ قوم اسے منہ توڑ جواب دے گی اللہ اعظم۔ مجھے تم پر فخر ہے جمشید۔ تمہارے بچوں اور دوستوں پر بھی فخر ہے۔ یہ قوم تمہارے احسانات کو نہیں بھلا سکتی۔“

”شکریہ۔“ انہوں نے پرسکون آواز میں کہا۔

اسی شام ملک میں جنگی حالات کا اعلان کر دیا گیا۔ ملک کا بچہ بچہ اٹھ کھڑا ہوا اور جنگ کی تیاری کرنے لگا۔ فضا قوی ترانوں سے گھرانے لگی۔ سرحدوں پر ایسا جوش اور ولولہ دیکھنے میں آیا جس کی مثال نہیں مل سکتی۔ لیکن فوجوں کو حکم تھا کہ بائیل ہارن نہ کریں۔ فوجیں دشمن ملک کے حملے کا بے چینی سے انتظار کرتی رہیں۔ ایک شام کرائسٹلر جمشید کمر میں داخل ہوئے تو ان کے چہرے پر ایک دلکش مسکراہٹ تھی۔ اتفاقاً سے اس روز انہوں نے پروفسر داؤد کو مسلسل صحت منانے کی ٹوٹی میں دعوت بھی دی۔ وہ بھی تھی۔ خان رحمان اور ان کے بچے بھی آئے ہوئے تھے۔ پروفسر صاحب آٹھ

شاہد کے بغیر کس طرح آسکتے تھے۔ ایسے میں انیکلز جیشید کے چہرے پر دل بھری
راہٹ نے سب کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

"خیر تو ہے جیشید، یہ سکراہٹ کس خوشی میں؟"
"آپ کے غسل محنت کے ساتھ آپ لوگوں کیلئے میں ایک خوشی خبری بھی
لا رہا ہوں۔"

"خدا کا شکر ہے اور بے پناہ خوشی کی بات ہے کہ آپ خوشی کی خبر لے کر
آتے ہیں۔" قادی نے جلدی سے کہا۔

"اور خوشی کی خبر یہ ہے کہ دشمن ملک کی تمام فوجیں سرحدوں سے پیچھے ہٹتی
جا رہی ہیں۔"

"کیا مطلب، یہ کیا بات ہوئی۔ دو تو بہت طعنائی سے آیا تھا اور مجھے
مٹا لیے متوانے کے سوا کچھ نہیں تھا۔"

"ہاں، لیکن دوسرے ملک نے اس کا ایک مطالبہ بھی مانگے سے انکار کر دیا
اور سب فوجیں پیچھے ہٹا رہی ہیں۔"

"گو یا اس نے حملے کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔" محمود نے حیران ہو کر کہا۔
"ہاں، بالکل سبکی بات ہے۔"

"اس نے ایسا کیوں کیا آخر؟" پرو فیسرواؤڈ نے۔
"دراصل ملکر کرنے کا ارادہ تو اس کا شروع سے ہی نہیں تھا۔ دو تو ایسی گیدڑ
نہیں تھے جو ہاتھ کر چل گئی تو ٹھیک دھڑ پیچھے ہٹ جائے گا۔"

"لو۔۔۔" ان کے منہ سے نکلا اور چہرے کے چہروں پر سکراہٹیں دھڑکن لگیں۔
"اس سے لے کر ایک سرحد تک جا سکتا ہے۔ اگر سب لوگوں کو احتیاط نہ ہو
تو عمل کر دیں۔" قادی نے شہر آواز میں کہا۔

"خیر و ضرر۔" خان رحمان اور پرو فیسرواؤڈ پر جوش انداز میں بولے۔
شاہد، محامد سرور اور ہار نے تو تائیاں بنجا کر منظوری دی۔

"کوٹ چٹاگ بھی ہوگا شریفیہ کہہ دیتی ہوں۔"

"بلکہ بے وقت کی ہانسری ہوگی۔" محمود بولا۔

"بھئی پہلے سن تو لو۔" خان رحمان بے تاب ہو کر بولے۔

"لو کیا؟" پرو فیسرواؤڈ نے جلدی سے کہا۔

"تو سچے۔ عرض کیا ہے، گیدڑ بھکیوں سے مارنے والے اے آسمان نہیں
ہم۔" اس نے کہا۔

اور سب کے سب سکرا اٹھے۔ محمود اور فرزانہ بڑے بڑے منہ بنانے
لگے۔

☆☆☆

انٹرنیشنل
بلاک سٹارٹ

<https://www.facebook.com/Ishtiaq.Ahmed.Novels>

D-83 سائٹ - کراچی

<http://ishtiaqahmed-novels.blogspot.com>